مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف، پٹنہ

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- مولانا ڈاکٹر کلب صادق............
- قیمتی باتیں (حرف چند)
- واثت میں عورتوں کا بھی حصہ ہے
- عدلیہ کے وقار کے تحفظ کی ضرورت
- بینک انٹرسٹ کے مصارف
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام سیاست
- پیپر بیلٹ اور الیکٹرونک ووٹنگ......
- اخبار جہاں، طب وصحت، ہفتۂ رفتہ

جلد نمبر 60/70 | مورخہ ۱۴؍ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۲۰ء روز سوموار | شمارہ نمبر 47

تبرکات

موجودہ پریشانیوں میں ہمارا طرز عمل

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

انسان کا تین زمانوں سے تعلق ہوتا ہے؛ ماضی، حال اور مستقبل، گذرا ہوا زمانہ ماضی کہلاتا ہے، عہد ماضی کے واقعات میں بڑی عبرتیں ہوتی ہیں، انسان چاہے تو ان واقعات سے پورے طور پر سبق لے سکتا ہے اور اپنے حال اور مستقبل کو روشن بنا سکتا ہے۔ اسی لیے زندہ قومیں اپنے گذشتہ واقعات کو بڑے اہتمام سے محفوظ کرتی ہیں اور ماضی کے واقعات اور ماضی کی شخصیتوں سے سبق لیتی ہیں۔

عہد ماضی کی شخصیت جس قدر اہم ہوتی ہے، انسانی دماغوں پر اس کا اتنا ہی زیادہ اثر ہوتا ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات جتنے زیادہ اور جتنے مشہور ہیں، دنیا کی کسی بھی بڑی سے بڑی شخصیت کے واقعات اتنے زیادہ اور اتنے مشہور نہیں ہوئے۔ یہ واقعہ ہے کہ کائنات عالم میں سب سے زیادہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا، سنا اور لکھا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وفات تک، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا؛ تینوں دور کے تمام چھوٹے بڑے واقعات سورج کی روشنی سے بڑھ کر دنیا والوں کے سامنے روشن ہیں، امیر وغریب، حاکم ومحکوم، تاجر وملازم؛ غرض کہ ہر طرح کے انسانوں کو اپنی اپنی سیرت بنانے کے لیے سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت میں بہترین نمونہ ملے گا۔ انسان بننا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح وسیرت کو سامنے رکھے بغیر ناممکن ہے، آپ کا سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ خالق اور مخلوق کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جڑ جائے، اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر انسان انسان بن کر رہے، نہ خدا بن بیٹھے اور نہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا بنائے۔ یہ دونوں باتیں گھناؤنی ہیں، پہلی صورت میں انسان مقام انسانیت سے اوپر چڑھ جائے گا اور دوسری صورت میں اپنے مقام سے نیچے گر جائے گا۔ اور دونوں صورتوں میں بڑے بڑے فتنے پیدا ہوں گے۔

نبوت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی دو حصوں میں بٹ جاتی ہے، مکی زندگی و مدنی زندگی ...... دونوں زندگیوں کا نقشہ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے، مکی زندگی مجبوری، بے کسی اور مظلومیت کا دور ہے، مجبوری و مظلومی کے اس تیرہ سالہ دور میں کوئی دن ایسا نہ ہوگا، جس میں کفار نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے مجبور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پریشان نہ کیا ہو اور وحشت و بربریت اور انسانیت سوز مظالم کی کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جسے کفار مکہ نے آپ ﷺ پر اور غریب مسلمانوں پر نہ دُہرائی ہو، خیال فرمایئے؛ خانہ کعبہ خدا کا گھر، اس کے صحن میں خدا کا رسول ﷺ اپنے خدا کے سامنے سر بسجود ہے، کفار مکہ اسی حالت میں آپ ﷺ کی پشت پر اونٹ کی اوجھ اور دوسری بہت سی غلاظتیں ڈال دیتے ہیں، جس کی وجہ سے آپ کی پشت دب جاتی ہے، سجدہ سے سر اٹھانا دوبھر ہو جاتا ہے، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معلوم ہوتا ہے اور وہ آکر اپنے ابّا جان کی پشت سے ان غلاظتوں کو ہٹاتی ہیں، تب ابّا جان سجدے سے سر اٹھاتے ہیں۔

آپ ﷺ کے طائف کا مشہور واقعہ سنا ہوگا، جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ پوری زندگی میں طائف سے زیادہ سخت دن مجھ پر کبھی نہیں آیا۔ طائف میں جو کچھ آپ ﷺ کے ساتھ ہوا، اس کے ذکر سے انسانیت کانپ اٹھتی ہے، دل ودماغ دہل جاتے ہیں، آپ ﷺ مکہ والوں سے دل برداشتہ ہو کر ان امیدوں کے ساتھ طائف تشریف لائے کہ طائف کے امراء اور رؤسا عرب کے رئیسوں میں ممتاز اور سمجھ دار مانے جاتے ہیں، اگر انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو اس کا بڑا خوشگوار اثر آس پاس کے لوگوں پر پڑے گا، لیکن ہوا کیا کہ اسلام کا پیغام سن کر پہلے تو طائف کے امیروں اور رئیسوں نے مذاق اڑایا، پھر شہر کے تمام لچّوں اور لفنگوں نے دامن اقدس تار تار کردیا، آپ ﷺ پر پتھراؤ کیا، جب آپ ﷺ کا بدن مبارک لہولہان ہوگیا، چلنے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ گئے، ان ظالموں نے اس پر بھی نہ بخشا، بدمعاشوں نے آکر دونوں مونڈھے پکڑے، آپ ﷺ کو اٹھادیا، جب آپ ﷺ چلنے لگے، پیچھے سے پھر انہوں نے پتھراؤ شروع کردیا، سنگدلی کی انتہا ہوگئی، جسم اطہر زخموں سے چور چور ہوگیا، دونوں جوتے خون سے بھر گئے، مگر ان کی شقاوت قلبی میں کچھ فرق نہ آیا، یہاں تک کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ میں پناہ لینا پڑی، یہ مجبوری و مظلومی کا دور ہے، جس میں نمازیں چھُپ چھُپ کر پڑھی جاتی تھیں، یہی وہ زمانہ ہے، جس میں صبح ہوتی تھی تو شام تک زندگی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا اور شام ہوتی تھی تو یہ یقین نہیں ہوتا کہ صبح تک زندہ سلامت رہ سکیں گے!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں دو بڑی قیمتی باتیں موجود ہیں، میرا مقصد اس وقت انہیں دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ہے؛ پہلی بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تمام مظالم برداشت کیے، ایسے ایسے مظالم جو اس سے پہلے شاید کسی نے سنے بھی نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ کو مکہ سے جلاوطن کیا گیا، آپ ﷺ نے تین سال ایک گھاٹی میں زندگی گزاری، اس گھاٹی میں زندگی گزارنے کے ضروری سامان سے آپ ﷺ کو محروم رکھنے کی پوری کوشش کی گئی، مگر سختیاں پائے استقامت کو نہ ہلا سکیں۔ بڑی بڑی لالچیں دی گئیں، لیکن خدا کا کلمہ بلند کرنے والا یہ کس طرح گوارا کرتا کہ اس طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ دھمکیاں دی گئیں، قتل کے ارادے بھی کیے گئے، مگر عظمت و عزیمت کی راہ کا مسافر ان خطرات سے کہاں گھبراتا ہے؟ حضور ﷺ پر مکہ میں زمین تنگ کردی گئی، سب کچھ ہوا، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اپنے دینی مشن کو بند کرنا تو کیا معنی، کبھی دھیما بھی نہ کیا۔ اس سے ہمیں سبق ملا کہ جب بھی اور جہاں کہیں بھی ایمان واسلام کی بنا پر ہم پر ظلم وشدائد کے پہاڑ توڑے جائیں اور باطل کے قہر وغضب کے بادل سے ہم پر آگ وخون کی بارش برسنے لگے، تو اس وقت گھبرانا نہیں چاہئے، اس حالت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کو سامنے رکھنا چاہئے۔ جو اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے، اپنے ایمان واسلام پر اور مضبوطی کے ساتھ جم جانا چاہئے، اور اس پر یقین رکھنا چاہئے کہ غم کے سیاہ بادل ہمیشہ نہیں رہتے، قہر وغضب کی یہ بدلی بھی جس سے اللہ کے بندوں پر آگ اور خون کی بارش ہو رہی ہے، آج نہیں تو کل ضرور چھٹے گی۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍پر)

مسلمانوں کے ساتھ پروقار معاملہ کیا جائے

حضرت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ، امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

نمائندہ حضرات اور کارکنوں سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ خدمت کو اپنا شعار بنائیں، اور اپنی افادیت اور اپنا استحقاق ثابت کریں، یہ وہ دور ہے جس میں آپ کو ثابت کرنا ہوگا کہ آپ زندہ رہنے کے اہل اور حقدار ہیں، ورنہ تیز رفتار وقت کے تھپیڑے آپ کو کنارہ کردیں گے، دوسری بات مجھے امارت شرعیہ کی طرف سے حکومت کے ذمہ داروں اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں سے کہنی ہے کہ انہیں اس ملک اور اس صوبہ کی سربراہی اور خدمت کا خدا نے بہترین موقع دیا ہے اور مختلف سیاسی جماعتیں اپنے اپنے انداز پر عوام کے سیاسی ذہن کی تعمیر کر رہی ہیں، اب عام طور پر جو سیاسی رخ بنتا جارہا ہے اس میں اخلاق، شرافت، ایمانداری اور اصول کی خطرناک حد تک کمی ہوتی چلی جارہی ہے، ہمارے ملک کی اور اس کے سماج کی سب سے بڑی ضرورت اخلاقی اور انسانی قدروں کی بحالی ہے، سیاسی جماعتوں کے ذمہ دار اور حکومت کے عہدیدار اس سمت میں بھی قابل لحاظ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔ جہاں تک معاملہ مسلمانوں کا ہے، انہوں نے اس ملک کی آزادی میں شانہ بشانہ حصہ لیا تھا، آزادی کے بعد اس ملک کی تعمیر میں انہیں جہاں تک موقعہ ملا وہ حصہ لے رہے ہیں، لیکن آزادی کے بعد بار بار مسلمانوں کے ساتھ ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ میرے جیسا انسان جس نے آزادی وطن کے لئے جیل کی صعوبتیں برداشت کی تھیں اور اپنی پیٹھ پر گھوڑسوار پولس کی لاٹھیاں کھائی تھیں، یہ سوچنے لگتا ہے کہ کیا اسی دن کے لئے ہم نے یہ سب کچھ کیا تھا؟ میں صرف اتنا کہوں گا کہ مسلمانوں کے ساتھ پروقار معاملہ کیا جائے، ان کی شرافت اور صبر کا زیادہ امتحان نہ لیا جائے، اور ان کے لئے جو وعدے کئے گئے ہیں انہیں پورا کرنے میں زیادہ وقت نہ لگایا جائے۔ (از خطبۂ صدارت بموقع افتتاح مولانا سجاد میموریل اسپتال، ۱۰؍اپریل ۱۹۸۸ء)

اچھی باتیں

"جو کسی مسلمان کو ایسی جگہ ذلیل کرے جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے تو اللہ اسے ایسی جگہ ذلیل کرے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی، جب لالچ کے بازار آباد ہوجائیں تو رشتوں کے شہر ویران ہوجاتے ہیں، چاہے یہ رشتے خون کے ہوں یا دوستی کے، ہر انسان اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے، اگر اسے سمجھنا ہے تو اسے بولنے دیں، کامیاب لوگ اپنے فیصلوں سے دنیا بدل دیتے ہیں اور کمزور لوگ دنیا کے ڈر سے اپنے فیصلے بدل دیتے ہیں، جس انسان کی روح بیمار ہو اسے دل کا سکون کبھی نہیں مل سکتا (حاصل مطالعہ)"

بلا تبصرہ

"اسمبلی انتخابات میں اس بار ایک سو چورانوے کروڑ پتی امیدوار جیت کر آئے ہیں، دوسو تینتالیس (۲۴۳) ارکان اسمبلی میں ایک سو ترسٹھ پر مجرمانہ معاملات درج ہیں، جو کل ارکان کا ترسٹھ فی صدی اور ۲۰۱۵ء کے مقابلہ دس فیصد زائد ہے، ایک سو تئیس ارکان وہ ہیں جن پر سنگین جرم کے سلسلے میں مقدمات درج ہیں، انہیں کم از کم پانچ سال کی سزا ہوسکتی ہے، نو ارکان اسمبلی ایسے ہیں جو صرف لکھنا پڑھنا جانتے ہیں، دو ارکان پانچواں اور تین ارکان آٹھواں پاس ہیں، سترہویں اسمبلی میں چوہتر ارکان تعلیمی سند کے اعتبار سے بی اے پاس ہیں" (پربھات خبر ۱۲؍نومبر ۲۰۲۰ء)

اللہ کی باتیں---رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

دل کی بیماری

’’دوسرے آدمیوں سے ان چیزوں پر جلتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائی ہیں‘‘(سورہ نساء ۵۴)

وضاحت:۔ اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضل وکمال اور جاہ ومنصب کے اعلی مقام سے نوازا تھا اس پر یہود ونصاریٰ جلتے اور حسد کرتے تھے، چنانچہ حق تعالیٰ سبحانہ نے اس آیت کے ذریعہ آپ کو تسلی دی کہ آپ کو جو کچھ علم ومرتبہ عطا ہوا وہ میں نے اپنے فضل وکرم سے عطا کیا ہے، ان لوگوں کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ دیں اور آپ اپنے دعوتی مشن کو جاری رکھیں۔

حسد دل کی ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس سے انسان کی کم ظرفی اور احساس کمتری ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ حاسد دوسروں کی نعمت کو دیکھ کر کڑھن محسوس کرتا ہے کہ وہ اس سے چھین جائے ’’الحسد تمنی زوال النعمة‘‘ دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد ہے اور یہ بغض وکینہ کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے، اور جب یہ مرض کسی آدمی کے دل میں پیدا ہو جائے تو دیمک کی طرح اس کو چھاٹنے لگتا ہے، اسی کی آگ میں جلتا رہتا ہے، پہلے دوسروں کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتا ہے لیکن جب دوسرے کو نقصان نہیں پہونچتا تو پھر حسد کی آگ میں خود جلتا رہتا ہے اور اپنی صحت وتندرستی کو خراب کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ موت آجاتی ہے، تو پھر مرنے کے بعد بھی وہ جہنم میں جلیں گے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد چاہے کسی کے دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہے، اور اس سے بچنا چاہئے اور جب کبھی یہ کیفیت دل میں پیدا ہو تو فوراً توبہ واستغفار کرکے شیطانی وساوس سے دل کو پاک کرلینا چاہئے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کا ایک علاج یہ بیان فرمایا کہ ’’جس سے حسد ہو اس کے لئے ترقی کی خوب دعاء کریں اور اس کے ساتھ احسان بھی کرتے رہیں، خواہ مال سے ہو، یا بدن سے، یا دعا سے، چند دنوں میں حسد دور ہو جائے گا، ہاں اگر کسی کی نعمت کو دیکھ کر دل میں یہ تمنا پیدا ہو کہ کاش اللہ یہ نعمت مجھے بھی عطا فرماتا تو یہ حسد نہیں بلکہ رشک ہے، اور اس کی اجازت ہے، کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بھی کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت مجھے بھی مل جائے لیکن اس کا بہت زیادہ استحضار کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے، ہاں اگر دینداری کی وجہ سے رشک پیدا ہو کہ فلاں شخص دینداری میں مجھ سے آگے بڑھا ہوا ہے مثلاً کوئی صاحب علم خود بھی نیک عمل کر رہا ہے اور دوسروں کو نیکی کی طرف بلا رہا ہے، یا کوئی صاحب مال ہے اور وہ اس مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کر رہا ہے اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش میرے پاس بھی علم اور مال کی نعمت میسر ہو تو میں بھی نیکی کے کاموں میں حصہ لے سکوں تو یہ رشک پسندیدہ ہے اور بڑی اچھی بات ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد ورشک صرف دو موقعوں پر غیر مضر ہوسکتا ہے ایک تو ایسے آدمی سے جسے اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا ہو اور اس کی تعلیم دیتا ہو، دوسرے اس آدمی سے جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہو۔

دو نعمتوں کی قدر کیجئے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، ایک صحت کی نعمت اور دوسری فرصت وفراغت کی نعمت (بخاری شریف)

مطلب:۔ اللہ کی بے شمار نعمتوں میں صحت وتندرستی ایک بڑی نعمت ہے جو آج صحت مند وتوانا ہے، ضروری نہیں کہ وہ کل بھی تندومندر ہے، یا جس کو آج کچھ کرنے کا موقعہ ملا ہے، کل بھی اس کو موقع مل جائے، بلکہ عین ممکن ہے کہ کل اس کی مشغولیت بڑھ جائے، اس لئے کسی کام کو کل پر ٹالنا کہ کل کروں گا، پرسوں کروں گا یہ دھوکے کی ٹٹی ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں اکثر لوگ خسارہ اٹھاتے ہیں، اگر تم نے وقت کی قدر کی اور فرصت کو غنیمت جانا اور اس کو کام میں لگایا تو یہ زندگی آخرت کا سرمایہ بن جائے گی، اور اگر تم نے اس کو لایعنی کاموں اور فضول باتوں میں ضائع کردیا تو دنیا وآخرت میں نقصان کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ دنیا میں ہر نقصان کی تلافی اور ہر درد کا مداوا ہوسکتا ہے مگر گذرے ہوئے وقت کا اعادہ اور اس کی تلافی ممکن نہیں ہوسکتی، اس لئے ابھی جو صحت وفرصت ملی ہے اس کو صحیح طریقہ پر استعمال کرنا چاہئے، وقت لایعنی اور بے فائدہ کاموں میں ضائع نہیں کرنا چاہئے، اس کے لئے صبح وشام تک کے لئے ایک نظام بنالیں اور سوتے وقت دن بھر کے کاموں کا جائزہ لیں کہ جو نظام الاوقات تیار کیا تھا اس پر کس حد تک قائم رہے، دنیا کی تاریخ میں جن لوگوں کو بھی بلندرتبہ ملا ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وقت کی پابندی کی اور محنت کو اپنا دستورالعمل بنایا، علامہ سیوطی کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے زندگی بھر درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا مگر اس کے باوجود انہوں نے نوسو کتابیں تصنیف کیں، ذرا سوچئے کہ ان کو یہ فرصت کیسے ملی اور کیونکر، انہوں نے تاریخ عالم میں ایسے لافانی نقوش چھوڑے، علامہ نے اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کا نظام بنایا اور پوری دل جمعی اور پابندی کے ساتھ وقت کا صحیح مصرف نکالا، اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں کہ بلند مرتبہ پانے والوں نے ایک ایک لمحہ کو قیمتی جانا، اس کو ناپ تول کر خرچ کیا، صحت اور فراغت کے لمحات کی قدر کی، اگر آج بھی فضولیات سے دامن بچاتے ہوئے وقت کا صحیح مصرف نکال لیں تو آنے والے دنوں میں ترقی کے زینے طے ہوں گے اور خوشحالی ہمارا استقبال کرے گی۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

تیمّم کب اور کیسے:

تیمّم کی اجازت کس صورت میں ہے اور اس کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تیمّم کی اجازت اس صورت میں ہے، جب کہ وضو یا غسل جنابت کے لیے پانی موجود نہ ہو، یا پانی ہو لیکن اس کے استعمال پر قدرت نہ ہو، یا اس کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، مرض کے بڑھ جانے کا ظن غالب ہو، اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ ’’اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہو یا بیوی سے صحبت کرے، پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، اس طرح کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرو‘‘ (سورة المائدہ: ٦)

’’ولو كان يجد الماء الا انه مريض يخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه أو أبطابرؤه يتيمم، ويعرف ذٰلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة أو تجربة أو اخبار طبيب حاذق مسلم غير ظاهر الفسق‘‘(الفتاوىٰ الهندية ١/ ٢٨)

تیمّم خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، اس کے کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے نیت کرے کہ میں پاکی حاصل کرنے اور عبادت کے لیے تیمّم کر رہا ہوں، اس کے بعد بسم اللہ پڑھ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو پاک مٹی یا اس کی جنس کی چیز؛ اینٹ، پتھر، دیوار وغیرہ پر اس طرح مارے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کھلی ہوں، اس کے بعد ہاتھوں میں اگر مٹی لگی ہو تو اس کو جھاڑ کر اپنے چہرہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے، اس کے بعد دوبارہ دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارے، پھر اسی طرح ہاتھوں سے مٹی جھاڑ کر پہلے بائیں ہتھیلی سے دائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، پھر دائیں ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرے، اگر ہاتھ کی انگلیوں میں انگوٹھی ہے تو اس کے نیچے بھی مسح کرے، مسح میں اس بات کا خیال رکھے کہ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ ’’وشرطها أن يكون المنوى عبادة مقصودة لا تصح الا بالطهارة أو الطهارة أو استباحة الصلواة او رفع الحدث او الجنابة‘‘(البحر الرائق ١/ ٢٦١) ’’عن عمار بن ياسر حين تيمموا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فأمر المسلمين فضربوا باكفهم التراب و لم يقبضوا من التراب شيئاًفمسحوا بوجوههم مسحةًواحدةًثم عادوا فضربوا كفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بايديهم‘‘ (سنن ابن ماجه/٤٣؛ باب التيمم ضربتين)

گرم پانی کی موجودگی میں تیمّم:

ایک شخص کے لیے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے، اور گرم پانی کا نظم بھی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ تیمّم کرکے نماز پڑھتا ہے تو نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تیمّم اس وقت درست ہے، جبکہ پانی موجود نہ ہو یا پانی کا استعمال صحت کے لیے نقصان دہ ہو، صورت مسئولہ میں شخص مذکور کے لیے ٹھنڈا پانی گرچہ نقصان دہ ہے، لیکن گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے اور گرم پانی کا نظم بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کے لیے تیمّم کرکے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

’’ثم اعلم أن جوازه للجنب عند ابى حنيفه مشروط بان لا يقدر على تسخين الماء و لا على اجرة الحمام فى المصر و لا يجد ثوبا يتدفأ فيه و لا مكانا ياويه كما افاده فى البدائع...... فصار الأصل انه متى قدر على الاغتسال بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم اجماعا‘‘(البحر الرائق ١/ ٢٤٦)

وضو اور غسل کے لیے ایک تیمّم:

ایک شخص کو غسل کی حاجت تھی، لیکن پانی اتنا ٹھنڈا تھا کہ اس سے غسل کرنا اپنے آپ کو ہلاکت اور پریشانی میں ڈالنا تھا، تو ایسی صورت میں وہ تیمّم کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی تیمّم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں اگر واقعی ٹھنڈا پانی صحت کے لیے نقصان دہ ہو اور گرم پانی کا نظم نہ ہو یا گرم پانی بھی صحت کے لیے مضر ہو تو ایسی صورت میں شخص مذکور تیمّم کرسکتا ہے اور اس تیمّم سے نماز بھی ادا کرسکتا ہے، بشرطیکہ اس نے بوقت تیمّم طہارت کی نیت کرلی ہو۔ ’’ولا يشترط تعيين الجنابة من الحدث فتكفى نية الطهارة.‘‘(حاشية الطحاوى/ ٦٠)

تیمّم کرنے والے کی امامت:

ایک مسجد کے امام صاحب جو ضعیف ہیں، جاڑے کے موسم میں عام طور سے عشاء اور فجر کی نماز تیمّم کرکے پڑھاتے ہیں، کیوں کہ پانی کافی ٹھنڈا ہوتا ہے، جس کا استعمال ان کے لیے سخت تکلیف اور نقصان کا باعث ہوتا ہے، پیر سوج جاتا ہے، جوڑوں میں درد بڑھ جاتا ہے، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں ان کا تیمّم کرکے نماز پڑھانا اور باوضو لوگوں کا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں جبکہ امام صاحب کے لیے گرم پانی کا نظم نہیں ہے اور ٹھنڈا پانی ان کے لیے نقصان دہ ہے، تو ایسی صورت میں وہ شرعاً معذور ہیں، وہ تیمّم کرکے نماز پڑھ سکتے ہیں اور پڑھا بھی سکتے ہیں، باوضو لوگوں کا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا شرعاً صحیح ودرست ہے۔ ’’و ترجح المذاهب بفعل عمرو بن العاص رضى الله عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة و هم متوضئون ولم يأمرهم علية الصلوٰة و السلام بالاعادة حين علم.‘‘ (البحر الرائق ١/ ٢٣٦) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 47 مورخہ ۱۴ر ربیع الثانی ۱۴۴۲ھ مطابق ۳۰ر نومبر ۲۰۲۰ء روز سوموار

گوپکار اعلانیہ

سری نگر میں ایک علاقہ گوپکار ہے، یہیں جموں وکشمیر کے سابق وزیر اعلیٰ فاروق عبداللہ کی رہائش ہے، ایک میٹنگ میں یہاں کی سیاسی پارٹیوں نے دفعہ ۳۷۰ اور کشمیری جھنڈے کی واپسی کے لئے مشترکہ تحریک چلانے کی تجویز پاس کی، بس پھر کیا تھا، بی جے پی کے لوگوں نے اسے پاکستان اور چین کی حمایت لینے سے جوڑ دیا اور پروپیگنڈہ کے لئے وزیر داخلہ نے اسے گوپکار گینگ کا نام دے دیا، کانگریس نے تھوڑی لب کشائی کی تو اس پر بھی حملہ بول دیا گیا، جیسے یہ سب کے سب ملک مخالف ہوں اور بغاوت پر آمادہ ہوں۔

دراصل مودی ازم کا واضح اصول ونظریہ ہے کہ جو مرکزی حکومت کے خلاف بولے وہ ملک کا غدار ہے، دفعہ ۳۷۰ کے حوالہ سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ دونوں ایوان پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا سے اسے ہٹانے کی تجویز پاس ہو چکی ہے، اس لئے اس کی مخالفت غیر قانونی ہے، حالانکہ ایسا کچھ نہیں ہے، حکومت کی پالیسی کے خلاف احتجاج، مظاہرے، دھرنے ملک سے بغاوت نہیں ہوا کرتے، اگر صورت حال یہی ہے تو پھر زرعی قوانین بھی دونوں ایوانوں سے پاس ہو چکے ہیں، جس کے خلاف کسان ملک گیر تحریک چلا رہے ہیں، صورت حال اس قدر سنگین ہے کہ پنجاب میں ٹرینوں کی آمدورفت بند ہے، اور وہاں کے وزیر اعلیٰ دہلی میں دھرنے پر بیٹھ چکے ہیں، لیکن اسے ملک سے بغاوت نہیں قرار دے رہا ہے، بلکہ امکانات یہ بھی ہیں کہ حکومت کسانوں کی تحریک کو سامنے رکھ کر ان سے کوئی باعزت سمجھوتہ کرلے، معاملہ جب مسلمانوں سے جڑا ہوتا ہے تو حکومت کو بغاوت نظر آتی ہے، سی اے اے، این آر سی اور این پی آر کے خلاف منظّم تحریک کو نہ جانے کیا کیا نام دیا گیا، وہی حال گوپکار اعلانیہ کا کیا جا رہا ہے۔

کمزور ہوتا وفاقی ڈھانچہ

ہندوستان میں ریاستوں کا ایک وفاق ہے، یہ وفاق مرکز کے ذریعہ تمام ملک کو جوڑتا ہے، دستور میں بعض معاملات مرکزی حکومت کے حوالے ہیں اور بعض ریاست کے، کچھ معاملات ایسے بھی ہیں جن کا تعلق مرکز اور ریاست دونوں سے ہے، جیسے تعلیم دستور ساز کمیٹی نے برطانیہ سے پارلیمانی نظام اور امریکہ سے وفاقی ڈھانچہ لیا تھا، اس نظام کو دفعہ ۲۴۶ کے تحت ایک دھاگے میں پرونے کا کام کیا گیا، تاکہ مرکز وفاقی ریاستوں کو نظر انداز نہ کرے اور ریاستوں کی آزادی بھی ملک کے مفاد میں ایک دائرہ تک محدود رہے، مرکزی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ آئین کے مطابق ریاست کی مدد کرے اور کسی بھی ریاست کے ساتھ سوتیلا سلوک روا نہ رکھے، لیکن جب سے مرکز میں بی جے پی کی حکومت آئی ہے یہ وفاقی ڈھانچہ دن بدن کمزور پڑتا جا رہا ہے، اس کی بنیادی وجہ مرکزی حکومت کے ذریعہ ریاست میں غیر ضروری دخل اندازی، منتخب حکومتوں میں توڑ پھوڑ اور پھر صدر راج کا نفاذ کرکے حکومت کو ناجائز طور پر اپنے قبضے میں لینا جیسے امور شامل ہیں، جن ریاستوں میں بی جے پی کی حکومت نہیں ہے وہاں معاشی پیکیج دینے میں بھی مرکزی حکومت کی جانب سے ٹال مٹول ہوتا رہتا ہے، اس رویہ کی وجہ سے اس وقت پورا ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے، ایک گروپ وہ ہے جو بی جے پی اور اس کی حلیف ہونے کی وجہ سے مرکزی حکومت کے چشم وابرو پر چل رہی ہے اور دوسری وہ ریاستیں ہیں جہاں غیر بی جے پی کی حکومت ہے، ان کا خیمہ واضح طور پر الگ ہے، اور وہ مرکزی حکومت کے تمام غلط فیصلوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہو گئی ہیں، ہاں کم از کم انہوں نے خاموشی اختیار کر رکھی ہے، اس صورت حال سے ملک کی سالمیت کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔

اس خطرے کی گھنٹی کی آواز کوڈ-۱۹ کے موقع سے خاص طور سے سنی گئی، صحت کا معاملہ ریاستی حکومت سے جڑا ہوا ہے، لیکن ۱۸۹۷ء کے وبائی قانون کا سہارا لے کر مرکز نے سب کچھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، ۲۰۰۵ء کے قومی مصیبت قانون کے تحت صحت سے متعلق ہدایات جاری کیں اور غیر منصوبہ بند انداز میں لاک ڈاؤن لگایا گیا، جس کی مخالفت کیرل، مغربی بنگال، مہاراشٹر اور راجستھان جیسی ریاستوں نے کیا، ان تمام میں غیر بی جے پی حکومت ہے، سرحدیں سیل ہو گئی ہیں، ہندوستان کے شہریوں کا ایک ریاست سے دوسری ریاست میں داخلہ ممنوع ہو گیا، جس کی وجہ سے ریاستیں بھی ایک دوسرے سے الجھتی رہیں، حکومت نے سخت رویہ اختیار کرکے اسے دبایا، اور جب اس نے محسوس کیا کہ معاملہ بگڑتا جا رہا ہے تو کوڈ-۱۹ کے سلسلے میں ریاستوں کو ان کا حق واپس کرکے اپنی جان چھڑانے میں عافیت محسوس کیا۔

دوسرا معاملہ زرعی قانون کا ہے، یہاں بھی ریاستیں مرکز کے بے جا قانون کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں، ان ریاستوں میں کسانوں کی تحریک زیادہ مضبوط ہو رہی ہے جہاں غیر بی جے پی حکومتیں ہیں، پنجاب خصوصی طور پر زراعتی ریاست ہے، یہاں کے وزیر اعلیٰ بھی اس تحریک کے ساتھ ہیں۔

تیسرا معاملہ سی بی آئی جانچ کا ہے، گذشتہ چند سالوں میں آندھرا پردیش، مغربی بنگال، چھتیس گڑھ، راجستھان اور مہاراشٹر نے سی بی آئی جانچ کے لئے ریاست کی منظوری کو ضروری قرار دیا تھا، کئی موقعوں پر ان ریاستوں میں سی بی آئی جانچ کی منظوری دی تھی اور بالآخر عدالت نے ریاستوں کے اس فیصلے کو درست اور پورے ہندوستان میں جس ریاست کا معاملہ ہو اس کی منظوری کو ضروری قرار دے کر اس قضیہ کا خاتمہ کر دیا۔ ان حالات میں ضروری ہے کہ مرکز کسی بھی اہم معاملہ کو ریاستوں پر نافذ کرنے کے قبل اس سے مشورہ اور تبادلہ خیال کر لیا کرے تاکہ مرکز کی جانب سے فیصلہ تھوپنے کی بات سامنے نہ آئے، خوب اچھی طرح یہ بات ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ مرکزی حکومت ملک کا مرکز ومحور ہیں، وہ اس کے وفاقی ڈھانچہ کو مضبوط طور پر پروئے رکھنے کا ایک نظام ہے، جس سے ہر ریاست کو بخوبی آگے بڑھنے کا راستہ ملتا ہے، احتیاط یہ بھی کی جائے کہ معاملات سڑکوں کے بجائے گفت وشنید سے حل کرنے کی راہ نکالی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ ملک کا وفاقی ڈھانچہ کمزور ہو کر ٹوٹ نہ جائے۔

بچوں کا استحصال

ہندوستان کے آئین میں آرٹیکل ۳۹، ۲۳، ۲۱، ۱۴ کے تحت بچوں کو ہر قسم کے استحصال سے آزادی کی ضمانت دی گئی ہے، ۹ر مئی ۱۹۵۰ء کو ہندوستان نے نیویارک میں ایک ایسے بین الاقوامی معاہدہ پر بھی دستخط کیا تھا جس کی رو سے بچوں کے کاروبار، جنسی استحصال، اس کی اعانت اور حوصلہ افزائی کرنے والوں کے لئے سزا تجویز کی تھی، اس کے علاوہ بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے دیگر قوانین بھی موجود ہیں، ان سب کے باوجود بچوں کی خرید وفروخت، بچہ مزدوری اور جنسی استحصال کا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے، اور سپریم کورٹ کے بار بار متوجہ کرنے کے باوجود اس پر لگام نہیں لگایا جا رہا ہے، عاجز آکر ۲۰۱۳ء میں سپریم کورٹ نے اس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا ''اس کی ہدایت کے باوجود بچوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے یا تو ریاستوں نے کچھ نہیں کیا یا اس سلسلے میں برائے نام پیش رفت ہوئی''۔

آج صورت حال یہ ہے کہ بچوں کو بندھوا مزدور بنایا جا رہا ہے، ان سے کھانے اور سر چھپانے کی جگہ دینے کے نام پر پندرہ پندرہ گھنٹے کام لیا جا رہا ہے، رہنے کے لئے جو جگہ انہیں فراہم کی جا رہی ہے وہ انتہائی چھوٹی ہوتی ہے، جس میں بچوں کو رہنے میں سخت دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے، دہلی کمیشن برائے تحفظ حقوق اطفال نے قرول باغ دہلی زیورات کے کارخانے سے دس اور چودہ سال کے ترانوے بچوں کو آزاد کرایا، شمالی دہلی کے مصطفیٰ آباد کے کپڑے کی دوکان سے نو بچے اور جہانگیر پوری چورن کارخانے سے چودہ سال سے کم عمر کے چھتیس بچوں کو اس عذاب سے نکالا گیا، بچپن بچاؤ اندولن کے صدر نوبل انعام یافتہ کیلاش شبھارتھی کا تخمینہ ہے کہ دہلی میں کم از کم پانچ لاکھ بچے کل وقتی طور پر کام کر رہے ہیں، بدحال معیشت کو پٹری پر لانے کے لئے سستے مزدوروں کی ضرورت ہے، اور بچے کم اجرت پر محنت کے لئے مل جاتے ہیں، اس لئے سرمایہ دار اور کارخانہ داران کا استحصال کرنے میں آگے بڑھتے جاتے ہیں۔

مسئلہ ان بچوں کی کفالت کا بھی سنگین ہے، بچہ مزدوری کے نام پر ان کو کارخانوں سے نکالنے کے بعد ان کے کھانے، پینے، رہنے سہنے اور تعلیم وتربیت کے لئے سرکار کے پاس کوئی منصوبہ نہیں ہے، اکثر وبیشتر بچوں کے گھر کے چولہے انہیں کی کمائی سے جلتے ہیں، ایسے میں جب تک حکومت ان غریب خاندانوں کی کفالت کا نظم نہیں کرتی، بچہ مزدوری اور ان کے استحصال کو صرف قانون اور ڈنڈے کے زور سے روکنا ممکن نہیں ہو سکے گا، بچوں کے لئے کام کرنے والی سرکاری تنظیم ہو یا غیر سرکاری اسے بہر صورت پہلے اس پریشانی کا حل نکالنا ہوگا تبھی بچہ مزدوری کو روکا جا سکے گا، ورنہ پیٹ کی آگ قانون کی زبان نہیں جانتی۔

لوجہاد

مختلف ریاستوں میں لوجہاد کے خلاف قانون بنانے کا شور زوروں پر ہے، حالانکہ اس سال کے شروع میں حکومت نے پارلیامنٹ میں بیان دیا تھا کہ ملک میں ''لوجہاد'' جیسا کوئی واقعہ رونما ہوا اور نہ ہی سنٹرل ایجنسی نے اس طرح کی کوئی بات کہی تھی، اس کے باوجود مدھیہ پردیش کے وزیر داخلہ نروتم مشرا اس حوالہ سے کچھ زیادہ ہی جوش میں نظر آرہے ہیں، وہ ریاستی اسمبلی سے ایک ایسا بل پاس کروانا چاہتے ہیں جو غیر ضمانتی جرم کے دائرہ میں آتا ہو اور جس کے ذریعہ پانچ سال کی سزا دی جا سکے، جیسا کہ لوجہاد کا اصلاً اور حقیقتاً کوئی وجود اس ملک میں نہیں پایا جاتا، البتہ بین المذاہب شادی غیر اسلامی طور پر لڑکے لڑکیاں کرتے رہے ہیں، جس میں دین ومذہب کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، مثال کے طور پر شاہنواز اور نقوی وغیرہ کو پیش کیا جا سکتا ہے، ان لوگوں نے شادیاں کیں تو اس موقع سے لوجہاد کا کوئی شوشہ نہیں کھڑا ہوا، یہ ہر دور میں ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی شاید کسی قانون کے ذریعہ اسے روکنا ممکن نہ ہو سکے۔

اسلام ہمیشہ سے بین المذاہب شادی کو درست نہیں سمجھتا ہے، اس کے یہاں ایمان میں شراکت دونوں کے لئے ضروری ہے تبھی نکاح ہو سکتا ہے، اب اگر کوئی لڑکا یا لڑکی اپنا قدیم مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرلے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ ہندوستانی دستور کے خلاف بھی نہیں ہے، کیوں کہ دستور ہند کے آرٹیکل ۲۵ میں دئے گئے فرد کی بنیادی آزادی کے یہ عین مطابق ہے۔ ابھی حال ہی میں الٰہ آباد ہائی کورٹ نے لوجہاد کے مقدمہ کو خارج کرکے انتہا پسندوں کو زبردست جھٹکا دیا ہے۔ عدالت کا کہنا تھا کہ اپنی پسند کے کسی فرد کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق، مذہب سے بالاتر ہو کر انسانوں کی ذاتی آزادی کا بنیادی حق ہے۔ ذاتی تعلقات میں ایسی کوئی مداخلت دونوں افراد کے حق انتخاب کی آزادی میں ایک بڑی رکاوٹ ہوگی۔ عدالت کا فیصلہ ایسے وقت آیا ہے جب بی جے پی کی قیادت والی ریاستی حکومتیں لوجہاد پر قانون بنانے کا مسئلہ اٹھا رہی ہیں۔

دراصل لوجہاد کا یہ شوشہ صرف مسلم نوجوانوں کو قید وبند سے گزارنے اور ان کے مستقبل کو تباہ کرنے لئے چھوڑا گیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی مسلمان لڑکی نعوذ باللہ ہندو لڑکے سے شادی کرتی تو بھی ان کا یہی رویہ باقی رہتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کوئی ہندو لڑکی مسلمان کے ساتھ جاتی ہے تو یہ واویلا مچاتے ہیں، اس کا الٹا ہو تو تالیاں بجاتے ہیں، پیمانہ ایک ہی ہونا چاہئے، سزا کی تجویز دونوں صورتوں میں ہو، یہ بات صرف صورت حال واضح کرنے کے لئے لکھی گئی ہے، ورنہ بین المذاہب شادی کے تو ہم قائل ہی نہیں ہیں اور نہ ہی اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے۔

یادوں کے چراغ

مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق نقوی جعفری۔لوگ جنہیں بھلا نہ پائیں گے

مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر، اِرا میڈیکل کالج اور ہاسپٹل کے صدر، آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے جنرل سکریٹری، انجمن وظیفۂ سادات ومومنین کے رکن، ماہر تعلیم، نامور مقرر، مشہور شیعہ عالم، شیعہ سنی اتحاد کے علم بردار ڈاکٹر کلب صادق صاحب کا اکاسی (۸۱) سال کی عمر میں اِرا ہاسپٹل لکھنؤ میں بدھ کی رات منگل کا دن گزار کر دس بجے انتقال ہوگیا، تاریخ تھی ۲۴؍نومبر ۲۰۲۰ء کی، ان کی وفات ملک وملت دونوں کے لیے خسارے کا سبب ہے۔نماز جنازہ بروز بدھ ۲۵؍نومبر کو اِرا میڈیکل کالج کے میدان میں ساڑھے بارہ بجے دن میں ادا کی گئی اور تدفین امام باڑہ غفران مآب میں عمل میں آئی، جنازے کی نماز ایران کے سپریم رہنما آیت اللہ خامنہ ای کے ہندوستانی نمائندہ مولانا مہدی مہدوی پور نے پڑھائی، دوسری نماز جنازہ کی امامت گھنٹہ گھر کے سامنے سنی عالم وامام جامع مسجد ٹیلہ شاہ مولانا فضل المنان رحمانی نے کی۔دو بجے دن میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں علم وعمل کا یہ آفتاب زیر زمین غروب ہوگیا، انہیں نمونیہ، کینسر اور انفیکشن کا عارضہ لاحق تھا، وہ طویل عرصے سے بیمار چل رہے تھے، اس سے قبل ان کے انتقال کی خبر ایک ہفتہ پہلے بھی پھیلی تھی، لیکن ان کے جسم وجان کا رشتہ منقطع نہیں ہوا تھا، لیکن موت برحق ہے، سب کو ایک دن جانا ہے، ڈاکٹر کلب صادق بھی آخرت کے سفر پر روانہ ہو گئے، پسماندگان میں انہوں نے بیوہ، تین لڑکے اور ایک لڑکی کو چھوڑا۔

ڈاکٹر کلب صادق بن سید کلب حسین ۲۲؍جون ۱۹۳۹ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے، انہوں نے مذہبی تعلیم لکھنؤ میں واقع سلطان المدارس سے پائی، پھر وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے، جہاں سے انہوں نے بی اے، ایم اے کی تعلیم مکمل کی، پی ایچ ڈی لکھنؤ یونیورسٹی سے عربی زبان وادب میں کیا، انہوں نے اپنے نامور والد کے ورثہ کو حاصل کیا اور پوری دنیا میں ذاکر ومجتہد کے طور پر مشہور ہوئے، انہوں نے محرم کی مجلس اور ذکر کے لیے دنیا کے بہت سارے ملکوں کا سفر کیا، وہ عربی، فارسی، اردو اور انگریزی زبانوں میں بولنے، لکھنے اور پڑھنے کی مضبوط صلاحیت رکھتے تھے، وضع قطع سے نفاست ٹپکتی تھی، ٹوپی جب دو پلی پہنتے تو اس کے دونوں سرے سر کے بیچ میں رہا کرتے تھے۔ٹوپی پہننے کا یہ انداز میں نے شیعہ سنی کسی عالم میں نہیں پایا، وہ تعلیم کے فروغ کے لیے پوری زندگی کوشاں رہے، انہوں نے غریب طلبہ وطالبات کے وظائف کا نظم کیا، ان کے لیے کئی تعلیمی ادارے قائم کیے، میڈیکل کالج اور ہاسپٹل بھی قائم کیا، وہ کہا کرتے تھے کہ قومیں عمارت سے نہیں تعلیم سے بنا کرتی ہیں، تعلیم کے فروغ کے بغیر ہم ملت کو آگے نہیں بڑھا سکتے، لکھنؤ کے شیعہ سنی فساد کو ختم کرانے اور ہم آہنگی بنانے میں بھی ان کی خدمات مثالی رہی، انہوں نے مسلسل جدو جہد سے اس تناؤ کو کم کیا، جو لکھنؤ کی شناخت بن گئی تھی۔

ڈاکٹر کلب صادق سے میری ملاقات آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس گاندھی میدان میں پہلی بار ہوئی تھی، سال اب یاد نہیں۔گاندھی میدان میں انہوں نے جو تقریر کی تھی اس کا ایک اقتباس ذہن ودماغ میں اب بھی محفوظ ہے، فرمایا کہ لوگ دولت وشہرت کے پیچھے بھاگتے ہیں، حالانکہ علم حاصل کرلو تو دولت بھی ملتی ہے اور شہرت بھی حاصل ہوجاتی ہے، جو لوگ بغیر علم کے دولت وشہرت چاہتے ہیں ان سے دونوں روٹھ جاتی ہے، علم کے میدان میں آگے بڑھنے سے ساری خواہشیں پوری ہوجاتی ہیں۔

گاندھی میدان میں اس پہلی ملاقات کے بعد پھر ملاقاتوں کا یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا گیا، وہ پٹنہ آتے تو اکثر وبیشتر تھوڑا وقت امارت شرعیہ آنے کے لیے ضرور نکالتے، ایسا ہی ایک موقع تھا عارف اقبال کی کتاب ’باتیں میر کارواں کی‘ کے اجراء کا، یہ تقریب المعہد العالی امارت شرعیہ کے میدان میں ہوئی تھی، اس تقریب میں انہوں نے شرکت کی تھی، اور تقریر میں انہوں نے اپنے خطاب میں امیر شریعت سادس مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب کوئی ڈھیلا ندی اور تالاب میں پھینکا جاتا ہے تو بھنور پیدا ہوتا ہے، پانی میں اچھال آتا ہے، لیکن مولانا سید نظام الدین صاحب کی شخصیت کا کمال یہ ہے کہ کتنے پتھر پھینکئے ان میں اچھال نہیں آتا، نہ یہ ابلتے ہیں اور نہ ہی اچھلتے ہیں، اس اعتبار سے مولانا کی شخصیت مثالی ہے، میں نے اتنا ٹھنڈا آدمی نہیں دیکھا، جس پر نہ تو تعریف وتوصیف اثر انداز ہوتی ہے اور نہ ہی تنقید سے وہ کبیدہ خاطر ہوتے ہیں۔

۲۰۱۴ء میں ہفتۂ وحدت کے موقع سے میرا ایران کا سفر ہوا، قافلے میں ہندوستان سے کئی لوگ تھے، جن میں ڈاکٹر قاسم رسول الیاس بھی شریک ہوئے تھے، تہران کے جس ہوٹل میں ہم لوگوں کو ٹھہرایا گیا تھا، اسی میں ڈاکٹر کلب صادق کا بھی قیام تھا، یہ اتفاق تھا کہ ہم دونوں کے کمرے الگ الگ لیکن متصل تھے، ڈاکٹر صاحب مجھے اپنے ساتھ رکھتے، امارت شرعیہ کا اور میرا بھی تعارف حلقے کے لوگوں سے کراتے رہتے، کھانے کے لیے بھی اپنے ساتھ لے جاتے اور پوری توجہ مرکوز رکھتے، ایک دن ایسا ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کا کمرہ بند تھا، میں کھانے کے لیے اکیلے چلا گیا، وہ کچھ دیر سے پہونچے، میرے ٹیبل کے پاس آئے اور فرمایا کہ آپ نے بوڑھے کو چھوڑ دیا، اس سفر میں وہ مجھے قم اور دوسرے شہر بھی گھمانا چاہتے تھے لیکن میرے پاس وقت کی کمی تھی، اس لیے میں لوٹ کر ہندوستان آ گیا۔

وہ اپنی تقریروں میں شیعہ مرجع آیت اللہ سیستانی سے نجف میں اپنی ملاقات کا تذکرہ کرتے اور فرماتے کہ میں سنیوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں، پھر کہتے کہ ہمارے مرجع نے کہا کہ تم انہیں صرف بھائی نہ سمجھو، انہیں میری روح اور میری جان کہو۔اس کا تذکرہ انہوں نے امارت شرعیہ میں اپنی گفتگو میں بار بار کیا، ایک بار وہ امارت شرعیہ تشریف لائے، عشاء کی نماز کا وقت تھا، ہم لوگوں نے انہیں جائے نماز دی کہ آپ یہیں پر نماز پڑھ لیں، کہنے لگے کیوں؟ میں جماعت سے آپ لوگوں کے ساتھ ہی نماز پڑھوں گا، جماعت خانے میں تشریف لے گئے اور ساتھ ہی نماز ادا کی۔

انہوں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے پلیٹ فارم سے بھی اچھی خدمات انجام دیں، جس کا ذکر صدر اور جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے تعریفی کلمات میں کیا ہے، ان کے بعض بیانات، خیالات اور فکر سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے، اور کس کے افکار وبیانات میں نہیں ہوا کرتی؟ لیکن ملت کے تئیں ان کے احساسات اور خدمات کا جذبہ بڑا قابل قدر تھا۔ان کی زندگی کا نصب العین تعلیم کا فروغ تھا، انہوں نے یونٹی (Unity) کے نام سے لکھنؤ میں کالج، اسکول، انڈسٹریل ٹریننگ سنٹر، اِرا چیریٹیبل ہاسپٹل، کمپیوٹر سنٹر وغیرہ قائم کیے، انہوں نے تعلیم کے لیے لکھنؤ کے علاوہ علی گڑھ، بارہ بنکی، الہ آباد، شیکھر پور وغیرہ میں بھی تعلیمی ادارے قائم کیے، وہ ایک بافیض شخصیت کے مالک تھے، ایسی شخصیتیں مر کر بھی زندہ رہتی ہیں، ان کے کارنامے اور ان کی خدمات لوگوں کے دلوں میں گھر کیے ہوتی ہیں، اور لوگ انہیں بھلا نہیں پاتے۔ڈاکٹر کلب صادق بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ رہیں گے اور انہیں بھلانا آسان نہیں ہوگا۔

حرف چند

قیمتی باتیں

✍ : ایڈیٹر کے قلم سے

مولوی محمد تنزیل سلمہ سیتامڑھی کے رہنے والے ہیں، مظاہر علوم (وقف) سہارن پور میں موقوف علیہ کے طالب علم ہیں، کورونا کی وجہ سے مدارس بند نہیں ہوتے تو یہ ان کا دورہ کا سال ہوتا، پڑھنے کے ساتھ لکھنے کا بھی شوق ہے، اہم اور مفید کتابوں کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں، اور جو اہم بات سمجھ میں آتی ہے، اس کا حاصل مطالعہ لکھتے بھی ہیں، بیشتر عبارتیں من وعن حوالہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں، اب انہوں نے اپنے حاصل مطالعہ کو اقتباس کی شکل میں ’’قیمتی باتیں‘‘ کے نام سے جمع کر دیا ہے، یہ باتیں واقعتاً بہت قیمتی ہیں، اور زندگی کے مختلف ادوار میں صالح قدروں کو اپنانے، اس کو سمجھنے اور برتنے کے لیے ضروری ہیں، یہ اقتباسات سیکڑوں عناوین پر مشتمل ہیں، ان کی حیثیت کشکول یا بیاض کی ہوگئی ہے، جو پچاسوں کتابوں کے مطالعہ کا نچوڑ ہیں۔ان حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی محمد تنزیل سلمہ کا مطالعہ وسیع ہے اور انہوں نے دور طالب علمی میں وقت کو ضائع نہیں کیا ہے، بلکہ اس کا صحیح مصرف لیا ہے۔

طالب علمانہ کاوش کو اسی سطح سے جانچنا اور پرکھنا چاہئے، اسکو بڑے اعلیٰ معیار اور تجربہ کار مصنفین ومؤلفین کے معیار پر جانچنا طالب علم کے ساتھ زیادتی ہوگی، ’’قیمتی باتیں‘‘ کے لعل وگہر سے مستفید اور مستفیض ہوئیے اور اس طالب علم کو دعائیں دیجئے کہ اس نے کام کی باتیں اس میں جمع کر دی ہیں، دوسو پچیس صفحات پر مشتمل یہ ’بیاض‘ اس لائق ہے کہ اس کے مطالعہ سے دل ودماغ کو روشن اور زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھالا جائے۔

میں اس اہم کاوش پر موصوف کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور دعا گو ہوں کہ آگے بھی ان کا علمی وقلمی سفر جاری رہے اور وہ مفید خدمات انجام دیتے رہیں۔

بھگوا سیاست اور مسلم اقلیت

’’بھگوا سیاست اور مسلم اقلیت‘‘ کتاب اشاعت کے مرحلہ میں ہے، کتاب کے مصنف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبہ تاریخ کے پروفیسر محمد سجاد ہیں، جنھوں نے کافی محنت کے ساتھ کچھ معلوماتی اور اہمیت کے حامل تاثراتی نوٹس کو اس منظّم انداز میں مجموعہ کی شکل دی ہے جو دلچسپ بھی ہے اور زعفرانی سیاست ومسلم اقلیت کی تاریخ کے حوالے سے انتہائی اہم اور کار آمد باتیں آپ کے سامنے بھی رکھتا ہے۔مصنف نے کتاب کے تعلق سے کچھ ضروری باتیں جو اختصار کے ساتھ لکھی ہیں، ان کو پڑھ کر یقیناً آپ کے اندر کتاب کے مطالعہ کی دلچسپی پیدا ہوگی۔اس کتابچہ کی معرفت سے ایک مکالمہ شروع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ایک تجویز رکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آج کے مشکل تر اور نامساعد حالات کے پیش نظر، ہندوستانی مسلمان، اپنی ترجیحات کو از سر نو طے کرنے کی فکر یا ایسا تجربہ کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ سوشل میڈیا پر شمالی ہند کے مسلم نوجوانوں کی بڑی آبادی بہ ظاہر زیادہ دلچسپی انتخابی سیاست کی توڑ جوڑ، سیاست دانوں کے نجی وپبلک معاملات پر دکھائی دیتی ہے۔کبھی کبھی تو ایسا لگنے لگتا ہے کہ انتخابی سیاست کی دنیا میں جو گراوٹ آئی ہے، ان کے خلاف بولتے ہوئے، یا احتجاج کرتے ہوئے، بیش تر کا مقصد، شاید انہیں خرابیوں میں ملوث ہوکر ذاتی مفادات حاصل کرنا ہے۔انتخابی سیاست چونکہ بری طرح جرم زدہ ہے، اور شدید بدعنوانی کا بھی شکار ہے، لہذا سیاسی عروج حاصل کرنے کے متمنی بعض حضرات جرم کا راستہ بھی اختیار کررہے ہیں۔ہندوستان میں مسلم اقلیت کے لئے بالخصوص ایسے وقت میں جب اکثریت پرست فرقہ واریت کا جارحانہ غلبہ قائم ہو رہا ہے، شاید زیادہ تشویشناک ہے۔مختلف صوبوں اور خطوں میں بھگوا طاقتوں نے اپنی حمایت بڑھانے، تنظیمی ڈھانچہ کو وسعت اور توانائی فراہم کرنے اور لیڈرشپ وکارکن کی تعداد میں اضافہ کرنے میں جو مختلف طریقہ کار اپنایا ہے، ان کا تفصیلی تذکرہ بھی اس کتابچہ میں کیا گیا ہے۔(بحوالہ قومی آواز)

وراثت میں عورتوں کا بھی حصہ ہے

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی ملکیت میں رہنے والی تمام چیزیں (زمین ، جائداد ، مکان ، دوکان ، نقدی وغیرہ) اس کے قریبی رشتے داروں میں تقسیم ہوں، اسے وراثت کہتے ہیں۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ مختلف سماجوں میں جو شخص زور آور ہوتا ہے وہ اس پر قبضہ کرلیتا ہے اور میّت سے اپنے برابر یا اپنے سے زیادہ قریبی تعلق رکھنے والے دوسرے لوگوں کو محروم کردیتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام نے بہت واضح احکام دیے ہیں، اس نے حسبِ مراتب تمام قریبی رشتے داروں کے حصے متعین کیے ہیں اور ان کی ادائیگی کی پُر زور انداز میں تلقین کی ہے، لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت قرآن مجید کے احکامِ وراثت پر عمل پیرا نہیں ہے، بلکہ دوسرے سماجوں کے زیرِ اثر اس نے بہت سے مستحقین کو محروم کر رکھا ہے۔ عورتیں مختلف مذاہب اور تہذیبوں میں اپنے جائز حقِ وراثت سے محروم رہی ہیں اور عموماً انھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ وراثت کا حق دار صرف بڑا لڑکا ہوتا تھا اور بیوہ اور لڑکیاں اس کے رحم و کرم پر ہوتی تھیں، لڑکا نہ ہوتا تب لڑکیاں میراث پاتی تھیں۔ اس کے برخلاف اسلام نے عورتوں کو سماج میں مردوں کے مساوی حیثیت دی اور انھیں بھی وراثت کا مستحق قرار دیا۔ قرآن کریم نے پوری صراحت اور قوت کے ساتھ اس کا اعلان کیا ہے: ”مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔“ (سورۃ النساء/۷)

اس آیت میں کئی باتیں قابلِ غور ہیں:

(۱) اجمالی طور سے یہ نہیں کہا گیا ہے کہ میراث میں مردوں اور عورتوں سب کا حصہ ہے، بلکہ عورتوں کے حصہ کی الگ سے، مستقل طور پر صراحت کی گئی ہے۔ (۲) صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ مالِ وراثت چاہے زیادہ ہو یا کم، ہر حال میں عورتیں بھی اس میں سے حصہ پائیں گی۔ (۳) آخر میں ”مقرر حصہ“ کہہ کر مزید تاکید کردی گئی ہے کہ مالِ وراثت میں عورتوں کا حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی، نہ انھیں بالکلیہ محروم کیا جاسکتا ہے۔

اسلام کی جانب سے عورتوں کی مزید عزّت افزائی کا مظہر یہ ہے کہ اس نے تقسیمِ میراث میں حصۂ نسواں کو اصل پیمانہ قرار دیا اور اس کی نسبت سے مردوں کا حصہ بیان کیا۔ وراثت کی بعض صورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔“ (سورۃ النساء/۱۱)

قرآن کی یہ تعبیر بڑی بلیغ ہے، یوں بھی کہا جاسکتا تھا کہ عورت کے لیے مرد کے حصہ کا نصف ہے، یا دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر حصہ ملے گا، لیکن اس کے بجائے یہ کہا گیا کہ مرد کے لیے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ قرآن کی نظر میں میراث میں لڑکی کا حصہ اصل ہے، اسی لیے اسے تقسیمِ میراث کے معاملے میں پیمانہ اور بنیاد بنایا گیا ہے۔

وارثین میں تین خواتین ایسی ہیں جو کسی بھی حال میں بالکلیہ میراث سے محروم نہیں ہوتیں، وہ ہیں ماں، بیوی اور بیٹی، اس کے علاوہ مختلف صورتوں میں پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن اور دوسری خواتین بھی حصہ پاتی ہیں، تقسیمِ میراث کے متعدد حالات ایسے ہیں جن میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہوتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہوتی؛ مثلاً ”میت کے وارثین میں اگر اس کی اولاد بھی ہو اور والدین بھی تو ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔“ (سورۃ النساء/۱۱)

احکامِ دین کے اصول عموماً قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں اور ان کی جزئیات اور تفصیلات کا تذکرہ احادیث میں کیا گیا ہے، مثال کے طور پر قرآن مجید میں نماز کی فرضیت بیان کی گئی ہے، اس کے اوقات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور چند بنیادی احکام دیے گئے ہیں، جب کہ اوقاتِ نماز کی تعیین، رکعات کی تعداد، نماز کی ادائیگی کا طریقہ، اس کو فاسد کرنے والی چیزیں اور دیگر تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں، یہی حال زکوٰۃ، روزہ اور حج وغیرہ کا ہے کہ ہر ایک کے بنیادی احکام قرآن مجید میں مذکور ہیں، جن کی تشریح و تفصیل رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور عمل سے کی ہے، لیکن وراثت کا معاملہ اس سے مختلف ہے کہ اس کے تقریباً تمام احکام قرآن مجید میں ذکر کردیے گئے ہیں اور مختلف صورتوں میں مستحقین کے حصے بھی بیان کردیے گئے ہیں۔ یہ تمام احکام قرآن مجید کی چوتھی سورۃ النساء کی آیات: ۷/تا ۱۴/اور ۱۷۶/میں مذکور ہیں۔ سورۃ النساء کی جن آیات میں احکامِ وراثت بیان کیے گئے ہیں ان کے شروع اور آخر کی آیات قابلِ غور ہیں؛ آیت نمبر ۷/میں بتایا گیا ہے کہ وراثت میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ ہے اس لیے انہیں ان کا حصہ ضرور دیا جانا چاہیے، آیت نمبر ۸/میں کہا گیا ہے کہ وراثت تقسیم ہونے لگے تو مستحقین کے علاوہ دیگر موجود رشتے داروں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، آیت نمبر ۹/میں درست تقسیم پر جذباتی انداز میں ابھارا گیا ہے، چنانچہ کہا گیا ہے کہ ذرا سوچو، اگر تمھارا انتقال ہو اور دوسرے اس پر قبضہ کرلیں اور تمھارے ورثہ کو محروم کردیں تو کیا تمھارے نزدیک یہ پسندیدہ ہوگا، اسی طرح تمھیں بھی اس غلط کام سے بچنا چاہیے۔ آیت نمبر ۱۰/میں کہا گیا ہے کہ جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ در حقیقت اپنے پیٹ آگ کے انگاروں سے بھرتے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونکے جائیں گے، آیت نمبر ۱۱/اور ۱۲/میں احکامِ وراثت کا بیان ہے، اس کے بعد آیت نمبر ۱۳/اور ۱۴/میں دھمکی کے انداز میں کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، جو لوگ ان حدوں سے تجاوز نہیں کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کریں گے وہ روزِ قیامت جنت کے مستحق ہوں گے اور جو لوگ ان حدوں کو پامال کریں گے اور اللہ اور رسول کی نافرمانی کریں گے وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے، جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے، احکامِ وراثت پر صحیح طریقے سے عمل نہ کرنے کی کتنی سخت دھمکی ہے۔

انسانوں کے بنائے ہوئے قانون اعتدال، توازن اور فطری تقاضوں کی رعایت سے محروم ہوتے ہیں اور ان میں بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے، اس کا مظہر یہ ہے کہ کہاں تو پہلے عورت وراثت سے محروم تھی اور کہاں اب اسے مرد کے برابر کا حق دار بنا دیا گیا ہے اور چوں کہ اسلام میں تقسیمِ وراثت کی چند مخصوص حالتوں میں عورت کا حصہ مرد کا نصف ہوتا ہے اس لیے اس پر اعتراض کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف نہیں کیا ہے اور اس کا حصہ مرد سے کم متعین کرکے اس کی حق تلفی کی ہے۔ حالاں کہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وراثت کی بعض صورتوں میں عورت کا حصہ مرد سے کم ہونے کا سبب نظامِ معاشرت میں دونوں کی مخصوص پوزیشن ہے۔ اسلامی نظامِ معاشرت میں کمانے، گھر کا خرچ چلانے اور ماتحت افراد کی مالی کفالت کرنے کی ذمہ داری مرد پر عائد کی گئی ہے، جب کہ عورت کو معاشی جدّ و جہد سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ بچپن میں اس کی کفالت باپ کے ذمے ہے، جوانی میں شادی کے بعد شوہر کے ذمّے اور بڑھاپے میں اولاد کے ذمے۔ وہ جس قدر مال کی مالک بنتی ہے سب اس کے پاس محفوظ رہتا ہے، دوسروں پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں، لیکن مرد جو کچھ مال حاصل کرتا ہے اسے زیرِ کفالت افراد پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اس بنا پر یہ بات قرینِ انصاف ہے کہ مرد کا حصہ عورت کا دوگنا رکھا گیا ہے۔ اگر دونوں کا حصہ برابر کردیا جاتا تو یہ مرد کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جن صورتوں میں مرد کی معاشی ذمہ داریاں کم یا ختم ہوجاتی ہیں ان میں تقسیمِ میراث کے معاملے میں عورت اور مرد کے درمیان فرق نہیں کیا گیا ہے۔ مثلاً میت کی اولاد ہو اور اس کے ماں باپ بھی ہوں تو میراث میں ماں اور باپ ہر ایک کا چھٹا حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جس شخص کی اولاد بھی صاحبِ اولاد ہو اس کی معاشی ذمہ داریاں بڑی حد تک کم یا بالکل ختم ہوجاتی ہیں، اس کی حیثیت بالعموم اپنے پوتوں پوتیوں کے سرپرست کی ہوتی ہے، لیکن اگر میّت کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کا باپ صاحبِ اولاد ہو (یعنی میّت کے بھائی بہن ہوں) تو اس صورت میں اس (یعنی میّت کے باپ) کی معاشی ذمہ داری ہوسکتی ہے، اسی وجہ سے باپ کا حصہ ماں سے زیادہ رکھا گیا ہے (ماں کو ایک تہائی اور باپ کو دو تہائی ملتا ہے)۔

مسلمان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دین کے تمام احکام پر عمل کرے، کچھ احکام کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہے اور کچھ احکام کا تعلق انسانوں کے حقوق سے، متعدد احادیث میں صراحت سے مذکور ہے کہ حقوق اللہ میں کوتاہی تو اللہ تعالیٰ اپنی شانِ کریمی سے معاف کردے گا، لیکن حقوق العباد میں کوتاہی اور ظلم و زیادتی کسی بھی حال میں قابلِ معافی نہ ہوگی جب تک کہ وہ شخص نہ معاف کردے جس کی حق تلفی کی گئی ہوگی۔ ہمیں ڈرنا چاہیے اس روز سے جب تمام انسان اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گے اور جن لوگوں نے دوسروں کا حق مارا ہوگا انہیں ان کے کیے کی سزا ملے گی۔

مودی حکومت کے خلاف کسان سڑک پر

اس وقت مودی حکومت کے خلاف پنجاب اور ہریانہ کے کسان سڑکوں پر اترے ہوئے ہیں، کسانوں کی یہ تحریک رفتہ رفتہ ملک گیر ہورہی ہے اور دوسرے صوبوں کے کسان بھی اس تحریک کے ساتھ جڑ رہے ہیں۔ کسان تحریک کو کمزور کرنے کے لیے پولس کارروائی کے خلاف کانگریس سمیت کئی پارٹیوں کے لیڈر آواز اٹھا رہے ہیں، اب ہندوستان کے سابق کرکٹر ہربھجن سنگھ نے بھی کسانوں کے حق میں آواز بلند کی ہے، انھوں نے ایک ٹوئٹ کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ ”کسان ہمارا اَن داتا ہے۔ ہم کو ’اَن داتا‘ کو تھوڑا وقت دینا چاہئے، کیا یہ واجب نہیں ہوگا، بغیر پولس تصادم کے کیا ہم ان کی بات نہیں سن سکتے، برائے کرم کسان کی بھی سنیے، جے ہند۔“

دہلی میں داخل ہونے کے لیے سنگھو بارڈر پر بڑی تعداد میں جمع کسان پیچھے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہیں، کسانوں کا کہنا ہے کہ وہ پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں کیونکہ ۶/مہینے کا کھانا ساتھ لائے ہیں، ایک کسان نے کہا کہ ”جب تک تینوں زرعی قوانین واپس نہیں لے لیے جاتے، اس وقت تک ہم واپس نہیں ہوں گے۔“ سنگھو بارڈر پر کسانوں نے ڈیرا جما لیا ہے اور وہیں پر کھانے پینے کا انتظام بھی کرلیا ہے، سبھی کسان بیٹھ کر آگے کا منصوبہ تیار کررہے ہیں، کسانوں کو دہلی کے براڑی واقع نرنکاری سماگم گراؤنڈ میں مظاہرہ کرنے کی اجازت ضرور مل گئی ہے، لیکن کئی مقامات پر دہلی میں داخل ہونے کے لیے اب بھی کسان انتظار کررہے ہیں۔ سندھو بارڈر پر بھی کسانوں کی ایک بڑی تعداد شام کے بعد بھی بیٹھی ہوئی نظر آرہی ہے، کچھ کسان وہاں پر چائے اور کھانے کی چیزیں بناتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے کئی کسانوں کی رات سندھو بارڈر پر ہی گزرے گی۔

ہریانہ کے سابق وزیر اعلی اور اپوزیشن لیڈر بھوپندر سنگھ ہڈا نے کہا ہے کہ کسانوں کے مطالبات پوری طرح جائز ہونے کے سبب کانگریس ان مطالبات کی مکمل حمایت کرتی ہے، انہوں نے ریاست کے عوام سے اپیل کی کہ وہ پرامن احتجاج کرنے والے کسانوں کی ہر ممکن مدد کے لئے آگے آئیں، مسٹر ہڈا نے آج یہاں کہا کہ پنجاب یا ہریانہ کے مختلف علاقوں سے دہلی جانے والے کسانوں کو کھانے پینے کے انتظامات کیے جائیں اور ان کے قیام اور سونے کے لئے بھی تمام انتظامات کیے جائیں، شدید سردی میں پانی کی بوچھاریں یا آنسو گیس کے گولوں کی وجہ سے متاثرہ کسانوں کو طبی امداد یا علاج میں ہر ممکن مدد فراہم کی جائے۔ دہلی پولس نے کسانوں کو براڑی واقع نرنکاری سماگم گراؤنڈ میں پرامن مظاہرہ کرنے کی اجازت دے دی ہے، لیکن کئی کسان وہاں جانے سے انکار کر رہے ہیں۔ سندھو بارڈر پر موجود کسانوں کا کہنا ہے کہ وہ براڑی نہیں جائیں گے۔ چونکہ دہلی پولس نے براڑی کے علاوہ دیگر کسی مقام پر کسانوں کے جانے پر پابندی لگا رکھی ہے، اس لیے حالات کشیدہ ہورہے ہیں، دہلی پولس نے یہ بھی کہا ہے کہ نرنکاری گراؤنڈ میں جہاں کسانوں کو مظاہرے کی اجازت ملی ہے، وہاں پولس جوان بھی تعینات رہیں گے۔ دہلی پولیس کمشنر نے کہا: ”مظاہرہ کررہے کسانوں کو قومی راجدھانی میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، انہیں براڑی علاقہ میں نرنکاری سماگم میدان میں احتجاج کرنے کی اجازت ہوگی۔ (بحوالہ قومی آواز)

عدلیہ کے وقار کے تحفظ کی ضرورت

عاقل حسین

دنیا کے سب سے بڑے جمہوری نظام والے ملک ہندستان میں قانون وانصاف کی جو بدتر حالت ہوگئی ہے اور جس طرح عدالتوں میں ماورائے انصاف فیصلے ہورہے ہیں کہ عدلیہ خود انصاف کی طلبگار بن گئی ہے۔ گذشتہ ۶؍سالوں میں عدالت کے فیصلے کو دیکھا جائے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں ملک کی عدالت ملک کی صاحب اقتدار پارٹی کے سامنے بے بس ہے اور مجبور محض بن کر فیصلے سنا رہی ہے۔ گذشتہ دنوں ۲۸؍سال پرانے ایودھیا مسجد انہدام معاملے کی سماعت کرتے ہوئے لکھنؤ میں واقع سی بی آئی کی خصوصی عدالت نے بی جے پی کے سینئر لیڈر لال کرشن اڈوانی، مرلی منوہر جوشی، کلیان سنگھ، اوما بھارتی، ونے کٹیار اور سادھوی رتم بھرا سمیت ۳۲؍ملزمین کو بری کردیا، تب بھی عدلیہ کو شرم سار ہونا پڑا۔ واضح رہے کہ اس معاملے کے ۱۶؍ملزمین کی پہلے ہی موت ہوچکی ہے، سی بی آئی کی خصوصی عدالت کے جج سریندر کمار یادو نے سبکدوش ہونے سے قبل اپنے دیے گئے فیصلے میں کہا کہ بابری مسجد انہدام واقعہ منصوبہ بند نہیں تھا، عام لوگوں نے جب یہ فیصلہ سنا تو وہ حیران وششدر رہ گئے، کیوں کہ پورا ملک جانتا ہے کہ ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو کارسیوکوں کی لاکھوں کی بھیڑ نے دن کی روشنی میں بابری مسجد کو منہدم کردیا تھا اور پورے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات بھڑک اٹھے تھے۔ اس کے بعد ۱۶؍ستمبر ۱۹۹۲ء کو جج لبراہن کی قیادت میں ایک کمیشن بنایا گیا تھا، کمیشن نے ۱۷؍سال بعد اپنی رپورٹ سونپی تھی۔ کمیشن نے ۱۰۰؍سے زائد گواہوں سے پوچھ تاچھ کی تھی اور اپنی رپورٹ میں کمیشن نے متنازعہ ڈھانچہ گرائے جانے کے معاملے کو منظّم اور منصوبہ بند معاملہ بتایا تھا، لیکن سی بی آئی کے اسپیشل کورٹ کے جج سریندر یادو کے حالیہ فیصلے سے ایسا لگتا ہے کہ ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کے واقعہ کی سماعت کے وقت ان کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی، اس منصوبہ بند واقعہ کو پورے ملک نے دیکھا تھا، میڈیا نے ہمت کرکے اس کی کوریج بھی کی تھی، اس دن مرلی منوہر جوشی اور اوما بھارتی کی موجودگی میں لال کرشن اڈوانی نے انتہائی اشتعال انگیز خطاب بھی کیا تھا، اسی خطاب کو سننے کے بعد کارسیوک اور زیادہ مشتعل ہوگئے تھے، یوپی کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کی واضح ہدایت تھی کہ کارسیوکوں پر گولی نہیں چلنی چاہئے۔ اس وقت کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ کی ہدایت پر افسران نے کسی طرح کی دفاعی کارروائی نہیں کی تھی اور لاکھوں کی بھیڑ میں آئے کارسیوکوں نے لال کرشن اڈوانی کا خطاب سنتے ہی مشتعل ہوکر سال ۱۵۲۷ء میں بنی قدیم اور عالی شان بابری مسجد کو توڑ دیا تھا۔ پورے ملک کو معلوم ہے کہ بابری مسجد کو توڑنے سے قبل سال ۱۹۹۰ء میں بھاجپا کے فائر برانڈ نیتا لال کرشن اڈوانی ایودھیا میں رام مندر کی تعمیر کے لئے رتھ یاترا پر نکلے تھے اور ۲۳؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کی صبح ہی بہار کے اس وقت کے وزیر اعلیٰ لالو پرساد کے حکم پر اڈوانی کو سمستی پور سے گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اڈوانی کی گرفتاری کی خبر سننے کے بعد اٹل بہاری واجپئی نے کہا تھا کہ ان کی پارٹی اور وی پی حکومت کے درمیان ۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۰ء کو خفیہ معاہدہ ہوا تھا کہ لال کرشن اڈوانی اپنی رتھ یاترا مکمل کرنے کے بعد ایودھیا میں کارسیوا بھی کریں گے اور یوپی کے وزیر اعلیٰ ملائم سنگھ یادو کو بھی اس بات کا علم تھا، اٹل بہاری واجپئی نے کہا تھا کہ مجھے پتہ نہیں اس معاہدہ سے واپس جانے کا کوئی دباؤ تھا یا پھر جنتا دل کا اندرونی خلفشار اس کا ذمہ دار تھا۔ واجپئی نے کہا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ وزیر اعظم وی پی سنگھ اور ملائم سنگھ یادو کے درمیان عدم اتفاق کے سبب اڈوانی گرفتار کئے گئے ہوں، اڈوانی کی گرفتاری کے سبب بی جے پی نے وی پی سنگھ حکومت سے اپنی حمایت واپس لے لی تھی، جس کی وجہ سے وی پی سنگھ کی حکومت گرگئی تھی، وی پی سنگھ حکومت کے خلاف مندر برہم استر تھا۔ اس واقعہ نے ملک کی سیاست کے معنی بدل دیئے تھے۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد گرائے جانے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں سی سی پی اے کی کم از کم ۵؍بیٹھکیں ہوئیں، اس میں ایک بھی کانگریسی لیڈر نے نہیں کہا کہ کلیان سنگھ کو برخواست کردینا چاہئے۔ جبکہ مرکز میں کانگریس کی حکومت تھی، بابری مسجد گرانے کے منصوبہ میں کہیں نہ کہیں کانگریس بھی شامل تھی اور اس طرح مرکزی اور ریاستی حکومت کی سازباز سے ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد منہدم کردی گئی، اسی بابری مسجد انہدام کا نتیجہ ہے کہ ۲۰۱۴ء میں مندر تعمیر کے نام پر واضح اکثریت سے مرکز میں مودی کی قیادت میں بی جے پی کی حکومت بنی۔ ساتھ ہی ۲۰۱۹ء میں بھی مودی حکومت رام مندر تعمیر کے نام پر پھر سے اقتدار میں آگئی، بابری مسجد کی زمین پر اب تک مندر نہیں بنا لیکن رام مندر تعمیر کے نام پر حکومتیں بنتی رہیں، اس بار مودی حکومت نے ۹؍نومبر ۲۰۱۹ء کو سپریم کورٹ کے من مانے فیصلے کے بعد مندر کا سنگ بنیاد رکھا، اسی کی دوسری کڑی سی بی آئی کی خصوصی عدالت کا فیصلہ ہے، جس میں جج سریندر کمار یادو نے ثبوتوں کے فقدان اور مشتعل بھیڑ کو روکنے میں معاونت کرنے کا حوالہ دے کر سبھی ملزمین کو بری کردیا۔ ملک کی تاریخ میں جس طرح ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کا دن اس ملک کی پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے، اسی طرح ۹؍نومبر ۲۰۱۹ء اور ۳۰؍ستمبر ۲۰۲۰ء کا دن بھی ہندستانی تاریخ میں سیاہ دن کی حیثیت سے جانا جائے گا۔

ویسے گذشتہ ۶؍سالوں میں مجھے ایسا محسوس ہوا ہے کہ ملک کی جمہوریت جن ۴؍ستونوں؛ یعنی عدلیہ، انتظامیہ، مقنّنہ اور میڈیا پر کھڑی ہے، وہ چاروں ستون کمزور ہورہے ہیں، خاص طور پر عدلیہ سے عوام کا اعتماد اٹھتا جارہا ہے، عدلیہ ملک کے جمہوری ڈھانچے کو بچانے میں اپنی جواب دہی سے بھاگ رہی ہے یا پھر لالچ یا حکومت کے دباؤ میں کام کررہی ہے، یہی وجہ ہے کہ ۹؍نومبر ۲۰۱۹ء کو بابری مسجد کی زمین پر رام مندر کا فیصلہ سنانے والے عدلیہ کے اعلیٰ عہدہ پر فائز شخص یعنی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس رنجن گگوئی کو ان کے ریٹائر ہونے کے بعد بی جے پی حکومت نے یکطرفہ فیصلہ دینے کے عوض میں راجیہ سبھا کا ممبر بنا کر انعام سے نوازا۔ اس کے ساتھ ہی بہار میں ایگزی کیوٹیو کا رنگ ہر کسی نے دیکھا ہی ہے کہ کس طرح سے گذشتہ ایک سال میں بہار کے ڈی جی پی رہے گپتیشور پانڈے نے اسمبلی انتخاب کی سرگرمی شروع ہوتے ہی اپنے عہدہ سے ۶؍مہینہ پہلے ہی وی آر ایس لے لیا اور انتخاب لڑنے کے لئے جدیو کا دامن بھی تھام لیا اور نتیش کی مدح سرائی کرنے لگے۔ عدلیہ اور ایگزی کیوٹیو کا اگر ایسا کردار رہا تو مستقبل میں ملک کے ہر فرد کا اعتماد عدلیہ اور ایگزی کیوٹیو سے اٹھ جائے گا جو جمہوریت کے لئے بہتر نہیں ہوگا، اس کے علاوہ ملک میں میڈیا کا کردار جمہوریت کے تئیں کیسا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے، اگر ملک کی جمہوریت کو بچائے رکھنا ہے تو محبین وطن، انصاف پسند افراد کو مذہب وطبقے سے اوپر اٹھ کر آگے آنا ہوگا، عدلیہ کے وقار کو دوبارہ بحال کرنا ہوگا، تبھی ملک کی جمہوریت محفوظ رہ سکے گی۔

آج کے دور کی بدقسمت بیوہ

غزوہ مُوتہ سے واپسی کا منظر ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجاہدین کی واپسی کی خبریں سُن رہی ہیں۔ اپنے پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھی ہیں، اپنے بچوں کو بھی تیار کرلیا ہے، دُور سے آہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے لیکن جب یہ دیکھتی ہیں کہ یہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں بلکہ نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذاتِ مبارک ہے، حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندازے ہی سے سمجھ جاتی ہیں کہ ان کی زندگی کے ہم سفر، ہجرت کے ساتھی اور پیارے شوہر حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بچھڑ چکے ہیں۔

یہی معاملہ ہمارے معاشرے میں ہوتا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پوری زندگی بچوں کے ساتھ تنہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا- لیکن وہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے تربیت یافتہ صحابہ کرام کا وسیعُ القلبی والا دَور تھا۔ ایک مسلمان بیوہ کو کیسے اِن حالات وجذبات کے دھکے کھانے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا جاتا؟ یارِ غار، غیر انبیاء میں سب سے زیادہ افضل شخص یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُنھیں اپنی زوجیت میں لے لیا اور بچوں کو باپ جیسی گھنی شفقت اور محبت میسر آ گئی، اللہ نے اُنھیں ایک بیٹا بھی عطا فرما دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا، حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غسل دلوایا۔

دو دفعہ بیوہ ہونا ہمارے تنگ نظر معاشرے کے لئے تو انہونی بات ہے کہ وہ غیرت مند رجال ان باتوں سے ناواقف تھے، مسلمان عورت کو فوراً معاشرتی دھارے کی زندگی میں ہم آہنگ کرلیا جاتا تھا تاکہ اسے تن تنہا نفسیاتی اور جذباتی جنگ نہ لڑنی پڑ جائے۔ اس دفعہ آگے بڑھنے والے غیرت کے پیکر کوئی اور نہیں؛ بلکہ شیرِ خدا، ابوتراب، فاتحِ خیبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آپ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی بھی تھے لیکن آپ نے صرف بھتیجوں کی کفالت ہی نہیں کی بلکہ فرزندِ ابوبکر کو بھی اسی محبت سے پالا جیسے اپنے بھتیجوں کو پالا۔ یہ کیسا معاشرہ تھا جو ایسی عورت کے حقوق کا بھی محافظ تھا یہ سُن کے رشک آتا ہے۔

ہم صحابہ کرام کے دور میں پیدا ہونے کی خواہش بھی کرتے ہیں، ان جیسا بننا بھی چاہتے ہیں، لیکن جب نفس پر زد آئے تو خاموشی کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ بیوہ اور اس کے بچوں کو تحفظ دینا ایسا اس معاشرے میں رچا بسا کام تھا کہ اس کے لئے کوئی تقریر کرنے، کوئی مہم چلانے، کوئی حکمتِ عملی بنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ہمارا معاشرہ اور ہمارے رویے؟؟؟ ایک اور پاکیزہ صحابیہ حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مثال سامنے رکھنا چاہوں گا۔ پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوبصورت تھیں اور اس جوڑے کی محبت عرب میں ایک مثال بن گئی تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن محبت میں آکر ان سے عہد کروالیا کہ اگر میں آپ کی زندگی میں وفات پا گیا تو آپ دوسرا نکاح نہیں کریں گی۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ عرصہ بعد شہید ہوگئے لیکن اس معاشرے میں بیوہ خاتون کو تنہا چھوڑنے کی مثال محیر العقل تھی، اس لئے بڑوں کے سمجھانے پر آپ نکاحِ ثانی کے لئے راضی ہو گئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ کے چچازاد بھائی بھی تھے اُنہوں نے حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہوگئے۔ عدت پوری ہونے کے بعد عشرہ مبشرہ صحابی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے نکاح کا پیغام بھیجا اور اب حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے نکاح میں آ گئیں۔ کچھ عرصہ بعد حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں عرب میں مشہور ہوگیا تھا کہ جِسے شہادت کی تمنا ہو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلے- اسی مناسبت سے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شہداء کی زوجہ کہا جاتا تھا۔ اس عظیم مثال کا اپنے معاشرے سے مقابلہ کریں!

اللہ اللہ! کیسا کھلے دل والا معاشرہ تھا اور ہم اور ہمارا معاشرہ کیسا تنگ نظر اور گھٹن کا شکار معاشرہ ہے، ایسا معاشرہ جہاں بیوہ کو تن تنہا حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے، جن مشکلات ومصائب کے پہاڑ، مردوں کی نظروں اور دوسری عورتوں کے طعنوں کے ساتھ یہ خواتین زندگی گزارتی ہیں، اس کی تفصیل آپ اپنے اردگرد، اپنے خاندان یا اپنے مُحلہ کی کسی بھی بیوہ سے جان سکتے ہیں۔

ہم کب تک تن آسانیوں، مصلحتوں اور بے جا خوف کا شکار رہیں گے۔ صرف صحابہ کرام کے دور کی بات کرنے یا اُن کی مثالیں دینے سے اس دور کے ثمرات، فوائد اور برکات نہیں آئیں گے، بلکہ انھیں عملی طور پر ہر شعبے میں رفتہ رفتہ نافذ کرنے سے یہ سب کچھ حاصل ہوگا۔

یاد رکھیں! صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہماری طرح گفتار کے غازی نہیں، بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔

بینک انٹرسٹ کے مصارف

مفتی امانت علی قاسمی استاذ دار العلوم وقف دیوبند

سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے جس سے ہر ایمان والا واقف ہے کہ وہ مال حرام ہے، اور مال حرام کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہے اور وہ بلاعوض حاصل کیا گیا ہے، تو اس کے مالک کو واپس کرنا ضروری ہے۔ اگر مالک وفات پا گیا ہے تو اس کے ورثہ کو لوٹانا ضروری ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو بلا نیت ثواب مستحق زکوۃ کو صدقہ کرنا ضروری ہے اور اگر وہ بالعوض حاصل کیا گیا ہے جیسے حرام ملازمت وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہوا تو مالک کو واپس کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ اس کو بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ہی ضروری ہے۔ باقی مال حرام کسی کو استعمال کے لیے دینا جائز نہیں اور نہ اس کی وجہ سے وہ مال پاک ہوگا، اسی طرح حرام رقم اصول وفروع کو صدقہ نہیں کر سکتے ہیں لہذا باپ بیٹے میں سے کوئی مستحق ہو تب بھی اسے حرام رقم نہیں دی جاسکتی ہے۔

سود کے مصارف : سود کے مال کا بھی علماء نے تین مصارف بیان کیے ہیں ایک تو یہ کہ اگر مالک معلوم ہو تو مالک کو واپس کر دیا جائے دوسرے یہ کہ اگر مالک معلوم نہ ہو یا مالک کو واپس کرنا ممکن نہ ہو تو بلا نیت ثواب صدقہ کر دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ بعض حضرات نے رفاہی کاموں میں بھی لگانے کی اجازت دی ہے اسی وجہ سے بعض حضرات رفاہی بیت الخلاء حتی کہ مسجد کے بیت الخلاء میں لگانے کی بھی اجازت دی ہے، اسی طرح سڑک بنانے، یا مسافر خانے بنانے کی بھی اجازت دی ہے؛ جب کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ سود کی رقم کو اس طرح صدقہ کرنا ضروری ہے کہ خود صاحب مال کو اس سے کسی طرح کا انتفاع نہ ہو جب کہ رفاہی کاموں میں لگانے میں خود صاحب مال بھی اس سے منتفع ہوسکتا ہے، مسجد کے بیت الخلاء میں لگانے کی صورت میں خود بھی اس مال سے مستفید ہوسکتا ہے، اس طرح مال حرام سے یا سودی مال سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا، خاص کر مسجد جیسے مبارک اور مقدس جگہ کے کسی حصے میں بھی ناپاک مال یا حرام مال کا لگانا مناسب نہیں ہے؛ اس لیے سودی رقم کو مسجد کے بیت الخلاء میں لگانا بھی درست نہیں ہے۔ العرف الشذی میں ہے: احدھما ائتمار أمر الشارع و الثواب علیه ، والثانی : التصدق بمال خبیث ، والرجاء من نفس المال بدون لحاظ رجاء الثواب و اما رجاء الثواب من نفس المال فحرام بل ینبغی لمتصدق الحرام أن یزعم بتصدق المال تلخیص رقبته ولایرجوا الثواب منه ، بل یرجوه من ائتمار أمر الشارع (العرف الشذی شرح سنن الترمذی:۱/۳۸)

بینک انٹرسٹ کا مصرف: سود کی ایک صورت بینک انٹرسٹ ہے، بینک کے سیونگ اکاؤنٹ میں جو پیسے جمع کیے جاتے ہیں اس پر بینک کی طرف سے جو متعین اضافہ ملتا ہے وہ بھی سود ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ بینک سے وہ اضافی رقم وصول کر لی جائے اور بلا نیت ثواب صدقہ کر دی جائے، البتہ اگر کسی طرح بینک کو ہی واپس کرنا پڑے جس میں بظاہر اپنا کوئی فائدہ وصول نہ کیا گیا ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ ویردونھا علی اربابھا ان عرفوھم و الا تصدقوا بھا لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبه (رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع ،۹/۵۵۳)قال شیخنا و یستفاد من کتب فقھائنا کالھدایة وغیرہ ان من ملک بملک خبیث ولم یمکنه الرد الی المالک فسبیله التصدق علی الفقراء ـقال والظاھر ان المتصدق بمثله ینبغی ان ینوی به فراغ ذمته و لایرجو به المثوبة (معارف السنن :ابواب الطھارۃ ، ۱/۳۴) بینک سے نکالنے کے ضروری ہونے کے سلسلے میں مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں: سود کا پیسہ بینک میں چھوڑ دینے سے خطرہ بظن غالب ہے کہ وہ لوگ اپنے مذہبی کاموں کے فروغ میں خرچ کریں یا ایسے کاموں میں خرچ کریں جس سے مسلم قوم کو من حیث قوم مسلم نقصان پہونچے اس لیے بہ نیت حفاظت قوم مسلم یہ حکم دیا جاتا ہے کہ سود کے نام سے جو روپیہ ہے اس کو بینک میں نہ چھوڑا جائے؛ بلکہ وہاں سے نکال کر شرعی ضابطہ کے مطابق اپنی ملک سے نکال دیا جائے (منتخبات نظام الفتاوی ۳/۹۱۱۲)

بینک سے سودی رقم نکالنے سے پہلے صدقہ کرنا : بینک کے انٹرسٹ کا حکم معلوم ہوگیا ہے کہ اس کو بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے؛ لیکن بسا اوقات آدمی اپنے اکاؤنٹ میں موجود سودی رقم کو رہنے دیتا ہے اور اپنے پاس سے اتنی مقدار بلا نیت ثواب صدقہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر سود کی رقم اکاؤنٹ میں آچکی ہے اس طور پر کہ اگر کھاتہ دار نکالنا چاہے تو بلا رکاوٹ کے نکال سکتا ہے اس صورت میں گویا اس سودی رقم پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے؛ اس لیے بلا نکالے بھی وہ رقم صدقہ کرسکتا ہے ہاں اگر فکس ڈپازٹ کرایا ہے اور ابھی اصل رقم بھی نہیں نکال سکتا ہے تو اس فکس ڈپازٹ کی بنا پر جو سود ملنے والا ہے جب تک اصل رقم کے ساتھ سودی رقم پر قبضہ نہ ہو جائے اس وقت تک صدقہ کرنا درست نہیں ہے؛ اس لیے کہ جب تک انٹرسٹ کی رقم پر قبضہ نہیں ہو جاتا ہے اس وقت تک اس متعین رقم کا تصدق واجب نہیں ہوتا ہے اب اگر نکالنے سے پہلے تصدق کردے تو واجب ہونے سے پہلے تصدق کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں ہے اس لیے جب انٹرسٹ کی رقم اکاؤنٹ میں اس طرح منتقل ہو جائے کہ اکاؤنٹ ہولڈر اس کو نکال سکتا ہے تب تصدق کرے، اسی طرح جس کو صدقہ کرنا ہے اس کے اکاؤنٹ میں آن لائن ٹرانسفر کر دے تو بھی تصدق درست ہو جائے گا۔

انٹرسٹ کی رقم سے بچوں کی فیس ادا کرنا : بینک انٹرسٹ کی رقم کا حکم بلا نیت ثواب تصدق ہے؛ اس لیے اگر بچے کے والدین غریب مستحق زکوۃ ہوں تو ان کے بچوں کو بھی یہ رقم بلا نیت ثواب دی جاسکتی ہے جس سے وہ اپنے اسکول کی فیس ادا کریں اسی طرح اگر انٹرسٹ کا حامل شخص خود ہی فیس وصول کر دے تو بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جس طرح زکوۃ میں رقم دینے کے بجائے کوئی سامان خرید کر دے دے تو بھی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے لیکن بہتر ہے کہ خود فیس ادا نہ کرے؛ بلکہ بچوں کو دے دے تاکہ بچے یا ان کے ماں باپ اپنے طور پر فیس ادا کر دیں اس لیے کہ خود فیس ادا کرنے میں کسی حد تک سودی رقم کو استعمال کرنا لازم آتا ہے۔ اس لیے احتیاط اسی میں ہے کہ مال دے کر اپنا ذمہ فارغ کر لے۔

انکم ٹیکس اور ویٹ ٹیکس میں انٹرسٹ کی رقم دینا: بینک انٹرسٹ کا حکم ماقبل میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ بلا نیت ثواب صدقہ کرنا ضروری ہے اپنے کسی مصرف میں استعمال میں لانا جائز نہیں ہے؛ اسی لیے حکومت کی طرف جن چیزوں کا فائدہ براہ راست صارف کو ملتا ہے اور اس پر حکومت کی طرف سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اس طرح کے ٹیکس میں بینک انٹرسٹ کی رقم لگانا جائز نہیں ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں خود سود سے فائدہ اٹھانا لازم آئے گا جیسے ہاؤس ٹیکس، یا واٹر ٹیکس وغیرہ البتہ غیر شرعی سرکاری اور غیر واجبی ٹیکس میں انٹرسٹ کی رقم دینا جائز ہے اور غیر شرعی کا معیار یہ ہے کہ ایسا ٹیکس جس کی بظاہر کوئی منفعت ہم کو حاصل نہ ہو رہی ہو مثلا انکم ٹیکس، سیل ٹیکس ویٹ ٹیکس وغیرہ اس میں بینک انٹرسٹ دینا جائز ہے (الرباء، مولانا عبید اللہ اسعدی، ص:۲۸۷)

یہاں پر ایک فرق کرنا ضروری ہے کہ اس طرح کے ٹیکس میں انٹرسٹ کی وہی رقم دے سکتے ہیں جو سرکاری بینکوں سے حاصل ہوں؛ اس لیے کہ اس صورت میں مالک کو رقم واپس کر کے اپنے ذمہ کو بری کرنا لازم آئے گا یعنی اس صورت میں سرکار کا پیسہ سرکار کو ادا کر کے آدمی حرام مال سے اپنا دامن بچاتا ہے؛ اس لیے یہ صورت جائز ہے لیکن اگر پرائیویٹ بینک کا سود ہو تو اس صورت میں ان ٹیکسوں میں یہ رقم نہیں دے سکتے ہیں؛ اس لیے کہ یہاں پر مالک کو واپس کرنا لازم نہیں آرہا ہے؛ بلکہ اپنے کسی مفاد کے لیے غیر مالک کو دینا لازم آرہا ہے جو جائز نہیں ہے۔ البتہ آج کل یہ موضوع حل طلب ہوگیا ہے اس لیے کہ مکمل طور بینک پرائیویٹ نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ اس میں حکومت کا شیئر بھی ہوتا ہے اس لیے یہ ایک دشوار موضوع بن جاتا ہے ایسی صورت میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غلبہ کا اعتبار کرلیا جائے اگر حکومت کے شیئر زیادہ ہیں تو اس صورت میں ایسے بینکوں کو یہ رقم دینا جائز ہوگا لیکن اگر زیادہ شیئر پرائیویٹ ہے تو پھر ان بینکوں کی انٹرسٹ کو مذکورہ ٹیکسوں میں دینا جائز نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں مفتی نظام الدین صاحب لکھتے ہیں: پہلے چند فقہی ضابطے نقل کر دیے جاتے ہیں انہی سے جواب خود بخود متفرع ہو جائے گا۔

(۱) والحاصل أنه علم ارباب الاموال وجب ردہ علیھم و الا فان علم عین الحرام لا یحل له و یتصدق به بنیة صاحبه (شامی ۴/۱۳۰)

(۲) وشمل الرد حکما لما فی جامع الفصولین : وضع المغصوب بین یدی مالکه و ان لم یوجد حقیقة القبض (شامی ۵/۱۱۶)

(۳)غصب دراھم انسان من کیسه ثم ردھافیه بلا علم بری و کذا لو سلمه الیه بجھة أخری کھبة أوابداع أو شراء و کذا لو أطعمه فأکله (شامی ۵/۱۱۶)

(۴)ویردونھا (ای الاموال الخبیثة) علی أربابھا ان عرفوھم و الا تصدقوا بھا لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق اذا تعذر الرد علی صاحبه (شامی ۵/۲۴۷)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اسٹیٹ بینک یا مرکزی حکومت کے اور جتنے بینک ہیں ان سے سود کی جو رقم ملے اس کو اگر مرکزی حکومت کے کسی غیر شرعی ٹیکس میں دے دے تو ذمہ سے بری ہو جائے گا جیسے انکم ٹیکس وغیرہ اور اگر مرکزی حکومت کے ٹیکس کے علاوہ صوبائی یا میونسپل بورڈ وغیرہ کے کسی مقامی یا نجی غیر شرعی ٹیکس وغیرہ دیدیا جائے تو ذمہ بری نہ ہوگا؛ بلکہ ایسی صورت میں اس کے وبال سے بچنے کی نیت سے غرباء و مساکین پر تصدق کر دینا لازم ہوگا۔ تصدق بغیر نیت ثواب کے کہیں اور کام میں خرچ کر دینا درست نہ ہوگا (منتخبات نظام الفتاوی:۳/۱۲۸)

جی ایس ٹی میں بینک انٹرسٹ کی رقم لگانا: آج کل حکومت ہر چیز پر جی ایس ٹی وصول کرتی ہے جو غیر شرعی ہے اور غیر واجبی ہے اس لیے کہ ہر خام مال پر جو حکومت ٹیکس وصول کرتی ہے وہ علاحدہ ہے، پھر جب مال تیار ہو کر مارکٹ میں آجاتا ہے تو دوبارہ اس پر جی ایس ٹی کے نام سے رقم وصول کرتی ہے جس کی وجہ سے عام گاہک پر اس کا سیدھا بوجھ پڑتا ہے، کیوں کہ مال تیار کرنے والا جو حکومت کو مال پر جی ایس ٹی دیتا ہے وہ تاجروں سے وصول کر لیتا ہے پھر تاجر حضرات جو مال بیچنے پر جی ایس ٹی دیتے ہیں وہ گاہک سے لے لیتے ہیں اس طرح مال بنانے والے اور مال بیچنے والے پر اس کا اثر نہیں پڑتا ہے؛ بلکہ ان کو جی ایس ٹی ریٹرن کے نام پر مزید فائدہ بھی ہو جاتا ہے اس کا اصل بوجھ استعمال کرنے والے صارفین پر پڑتا ہے اس لیے اگر کوئی صارف کوئی سامان خریدے اور کمپنی کی طرف سے اس کو صراحت کر دی جائے یا بل پر لکھ دیا جائے کہ یہ مال اتنے کا ہے اور اس پر اتنا جی ایس ٹی ہے تو صارف اس میں بھی بینک انٹرسٹ کی رقم دے سکتا ہے اس لیے کہ حکومت کا پیسہ حکومت کو پہونچ گیا اور صارف کا ذمہ بھی بری ہوگیا تو جس طرح انکم ٹیکس میں اس کے غیر شرعی ہونے کی وجہ سے انٹرسٹ کا پیسہ دینا جائز ہے اسی طرح جی ایس ٹی کے غیر شرعی ہونے کی وجہ سے اس میں انٹرسٹ کا پیسہ دینا جائز ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری رائے: بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ فروخت کرنے والا تو جی ایس ٹی میں بینک انٹرسٹ کی رقم دے سکتا ہے لیکن صارف جو سامان اپنے استعمال کے لیے خریدنے والا ہے وہ بینک انٹرسٹ کی رقم کو نہیں دے سکتا ہے مثلا ایک آدمی آن لائن موبائل بک کرتا ہے اس کی قیمت چودہ ہزار ہے اس میں لکھا ہوتا ہے کہ گیارہ ہزار تو موبائل کی قیمت ہے اور تین ہزار جی ایس ٹی ہے اس صورت میں استعمال کے لیے خریدنے والا انٹرسٹ کی رقم سے تین ہزار ادا نہیں کرسکتا ہے؛ اس لیے کہ بائع نے جو چودہ ہزار قیمت بتائی ہے وہ سب ثمن ہے اور مکمل اس سامان کی قیمت؛ اس لیے اس میں سود کی رقم دینا گویا سود کو اپنے استعمال میں لانا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ محل نظر ہے اس لیے کہ اس صورت میں بائع کے لیے بھی انٹرسٹ کی رقم دینا ناجائز ہونا چاہیے؛ اس لیے کہ انٹرسٹ کی رقم غیر واجبی ٹیکس میں دیا جاتا ہے جب کہ بائع کے حق میں وہ غیر واجبی رہتا ہی نہیں ہے کیوں کہ وہ جس قدر جی ایس ٹی دیتا ہے وہ خریدار سے وصول کر لیتا ہے اب اگر اس نے اپنے جی ایس ٹی میں بینک کے انٹرست کی رقم دے دی تو اس بائع کو دوگنا نفع ہو جائے گا ایک تو سرکار کی طرف سے جی ایس ٹی ریٹرن اس کو ملے گا، دوسرے یہ کہ اس نے اپنے جیب سے دینے کے بجائے انٹرسٹ کے پیسے دے دیے تیسرے یہ کہ اس نے صراحت کے ساتھ مشتری سے جی ایس ٹی کی رقم وصول کر لی جب کہ یہ بات عقل سے بالکل بعید معلوم ہوتی ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جی ایس ٹی کا اصل بار مشتری پر پڑتا ہے اس لیے غیر واجبی ٹیکس یہ مشتری کے حق میں ہے نہ کہ بائع کے اس لیے کہ بائع نے جی ایس ٹی مشتری سے وصول کر لیا جب کہ مشتری کو جو سامان گیارہ ہزار میں ملنا چاہیے تھا وہ چودہ ہزار میں مل رہا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ / پر)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام سیاست

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی یا ان کے نظام سیاست پر گفتگو کی جاتی ہے تو لوگوں کے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک روحانی پیشوا اور رسول خدا تھے۔ عبادت اور تعلق باللہ کے داعی تھے، ان سے پہلے جو رسول دنیا میں تشریف لائے وہ بھی روحانی پیشوا تھے، سیاست سے ان کا کیا تعلق ہے اور ان کی سیاسی زندگی کا مطلب کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ آج کے زمانہ میں سیاسست کی جو شکل وصورت ہمارے سامنے موجود ہے وہ ظلم وزیادتی، جھوٹ، فریب، دھوکا اور وعدہ شکنی پر قائم ہے، اس میں بدعنوانی اور انسانوں کا استحصال بھی شامل ہے، اس سیاست میں جو لوگ شامل ہیں خواہ انتخابی سیاست ہو یا آمرانہ سیاست ہو ان کے بارے میں لوگوں کی اچھی رائے نہیں ہے، لہذا نفس سیاست کے بارے میں لوگوں کی رائے اچھی نہیں ہے، اس سیاست سے نبی اور رسول کا تعلق کیسے ہوسکتا ہے۔

انبیاء کی سیاست اس سے بالکل مختلف ہے، سیاست عربی زبان کی ایک اصطلاح ہے جس کے معنی اصلاح ذات، اصلاح معاشرہ اور اصلاح حکومت کے ہیں، اگر آپ عربی زبان کے لغت کو اٹھا کر دیکھیں تو آپ کو سیاست کے معنی یہ ملیں گے۔ **القیام علی الشئی بما یصلحه** سیاست کا مطلب ایسی تدبیر کرنا ہے جس سے کسی چیز کو استحکام مل جائے، اس کی اصلاح ہوجائے اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہوجائے، معروف معنی میں سیاست کا مفہوم ملک اور عوام کی اصلاح ہے، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **کانت بنو اسرائیل یسوسهم الانبیاء کلما هلک بنی خلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء** ''بنی اسرائیل کی سیاست یعنی قیادت انبیاء کرام فرماتے تھے، جب کوئی نبی انتقال کر جاتے تو ان کی جگہ دوسرے نبی آتے، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا البتہ خلفاء ہوں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دنیا میں دو طرح کے مذاہب اور نظریے تھے، ایک تو یہ تھا کہ اگر آپ روحانیت چاہتے ہیں تو رہبانیت اختیار کریں، یعنی دنیا سے کنارہ کشی کریں، اور اگر آپ سیاست کو دیکھنا چاہتے ہیں تو ملوکیت کی طرف دیکھیں، چنانچہ حضرت عیسیٰؑ کی طرف یہ جملہ منسوب اور مشہور ہے کہ جو ''خدا کا ہے وہ خدا کو دو اور جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو''۔ یعنی خدا کے حقوق الگ تھے اور قیصر کے حقوق الگ تھے، یہ تقسیم خدا اور قیصر کے حقوق کے درمیان تھی، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تفریق کو مٹایا اور دنیا کو یہ نظریہ حکومت دیا کہ انسان زمین کا مالک نہیں بلکہ امین ہے، کوئی چیز انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہے بلکہ ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے، انسان اس کا امانت دار ہے، اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت مطلقہ صرف اللہ کے لئے ہے، باقی سارے انسان اس کے بندے اور غلام ہیں، اس کے امانت دار ہیں، خواہ وہ وفادار خادم ہیں یا ناوفادار خادم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا یہ پیغام انسانوں تک پہنچایا۔ **وهو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وهو الحکیم العلیم**(الزخرف: ۸۴) ''وہی خدا جو آسمان میں معبود ہے وہی زمین میں بھی معبود ہے اور وہ حکمت اور علم والا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو حکومت سازی کا یہ نظریہ دیا: **ألاله الخلق والأمر تبارک الله رب العالمین**(الاعراف: ۵۴) ''جس نے پیدا کیا ہے اس کی مخلوق پر حکم اسی کا چلے گا، بابرکت ہے اللہ تمام جہانوں کا رب''۔ چوں کہ انسانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اس لئے اس کی مخلوق پر کسی اور کا حکم نہیں چلے گا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہی حکم چلے گا۔

مائیکل، ایچ ہارٹ نے انسانی تاریخ کے سو عظیم رہنماؤں کے حالات لکھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفہرست رکھا اور وجہ یہ بیان کی کہ وہ واحد انسان ہیں جو مذہب اور سیاست دونوں سطح پر یکساں طور پر کامیاب قائد ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت دی تو پہلے دن یہ بات ظاہر کردی کہ سجدہ بھی خدا ہی کو کیا جائے گا اور حکم بھی خدا ہی کا مانا جائے گا، اقتدار بھی اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا تسلیم کیا جائے گا، جواب میں کفار نے آپ کی مخالفت کی اور شدید مخالفت کی، پتھر برسائے، گالیاں دیں، جان لیوا حملے کئے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت جاری رکھی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت ان کفار نے حضرت ابوطالب سے کی جو آپ کے چچا جان تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی دعوت سے باز آجائیں ورنہ یہ آپ کو نقصان پہونچائیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ایک جواب دیا اور فرمایا: **کلمة واحدة یعطونیها تملکون بها العرب وتدین بها لکم بها العجم** ''میں تم سے ایک کلمہ کہلوانا چاہتا ہوں اگر اس کو کہہ دوگے تو تم عرب کے اقتدار کے مالک ہوجاؤگے اور تمہاری باج گزاری عجم کے لوگ بھی کریں گے''، یعنی جو کلمہ میں تم سے کہلوانا چاہتا ہوں اس کلمے میں یہ قوت ہے کہ اس کے ذریعہ اقتدار عرب کا ہو یا اقتدار عجم کا ہو وہ تمہارے قبضہ میں آجائے گا، کفار کی نمائندگی ابوجہل کررہا تھا، ابوجہل نے کہا کہ اے بھتیجے! ایسا وہ کون سا کلمہ ہے جو تم ہم سے کہلوانا چاہتے ہو، ایسا ایک نہیں ہم دس کلمہ کہنے کے لئے تیار ہیں، تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو **لاالہ الاالله** اور اس کے علاوہ تمام بتوں کی پرستش چھوڑ دو، کفار یہ سنتے ہی مشتعل ہوگئے۔ ابوجہل نے کہا: **اترید یا محمد ان تجعل الا لهة الٰها واحداان امرک لعجب** ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسی بات کرتے ہو، ہم لوگ متفرق بتوں کو پوجنے والے ہیں، کیا تم چاہتے ہو کہ ہم سارے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو مان لیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔''

کفار مکہ کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کی دعوت دی وہ یہ تھی کہ اگر تم ایک خدا کو مان لوگے تو صرف آخرت میں جنت ہی نہیں ملے گی بلکہ دنیا کا اقتدار بھی تمہارے ہاتھ میں ہوگا، دنیا کا اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں تھا جو ظالم تھے، جو ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور کمزوروں کا استحصال کرتے تھے، جو غریبوں کو چوستے تھے، یتیموں کا مال ہڑپ کرتے تھے، بیواؤں کے ساتھ زیادتی کرتے تھے، عورتوں کے حقوق تلف کرتے تھے اور غلاموں کا کوئی حق تسلیم نہیں کرتے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جس دین کے ساتھ بھیجا اس میں نہ صرف آخرت کی کامیابی اور سعادت شامل تھی بلکہ انسانوں کی دنیاوی راحت اور سعادت بھی شامل تھی، مگر کفار نے اپنا عناد جاری رکھا، کفار کی مخالفت کے باوجود اپنی دعوت پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قائم رہے یہاں تک کہ آپ کو مکہ چھوڑنا پڑا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرکے لائے گا اس کے لئے سو اونٹوں کا انعام مقرر ہے، بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں دوڑے، دوڑنے والوں میں ایک شخص تھا جس کا نام سراقہ بن مالک تھا، وہ شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچ گیا، اس وقت آپ غار ثور میں تھے، پتھریلی زمین میں اس کا گھوڑا دھنس گیا، اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی، آپ کی دعا سے اسے مصیبت سے نجات ملی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرمایا ''**کیف بک یاسراقة اذ تسورت بسواری کسری**'' سراقہ وہ دن کیسا ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے؟ اس کو یقین نہیں آیا، انہوں نے کہا کہ کیا کسریٰ بن ہرمز کا کنگن میرے ہاتھوں میں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے، اس وقت سراقہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ ایک امان نامہ لکھ دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فہیرہ بن عامر (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام) سے کہا کہ میری طرف سے امان نامہ لکھو، چنانچہ حضرت فہیرہ نے امان نامہ لکھ کردیا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں ایران فتح ہوا، مال غنیمت خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا گیا، مال غنیمت میں کسریٰ کا کنگن بھی تھا، حضرت عمرؓ نے سراقہ بن مالک کو بلایا اور کسریٰ کا کنگن ان کے ہاتھ میں پہنایا اور ان سے فرمایا: کہو ''**الحمدلله الذی سلبهما من کسریٰ بن هرمز الذی کان یقول انارب الناس**'' کہو! تعریف ہے اس خدا کے لئے جس نے یہ کنگن کسریٰ سے چھین لئے جو یہ کہتا تھا کہ میں لوگوں کا پروردگار ہوں،

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **عصیبة من المسلمین یتفتحون البیت الابیض بیت کسریٰ** ''مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے دارالحکومت کو فتح کرلے گی'' کسریٰ کی حکومت مسلمانوں کی حکومت ہوگی، جس طرح لوگوں کو سورج کے نکلنے کا یقین ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پر یقین تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی کہ وہ کلمہ طیبہ جس کے لئے ہمیں مکہ مکرمہ سے نکالا جارہا ہے، ہمارے اصحاب کو گھروں سے نکالا جارہا ہے اور ہمیں ہماری سرزمین سے بے دخل کیا جارہا ہے، ایک وقت آئے گا کہ صرف مکہ ہی فتح نہیں ہوگا بلکہ دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت ایران یا عجم یا کسری مسلمانوں کے ہاتھوں میں فتح ہوگا، یہ بصیرت اور قوت تھی جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے اندر پیش کی تھی، مدینہ منورہ ہجرت کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''**رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا**(الاسراء۸۰) اے رب! اگر تو داخل کرے تو سچائی کے ساتھ اور اگر مکہ سے نکال رہا ہے تو سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے اقتدار کو میرا مددگار بنادے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت اور ہجرت سے واضح کردیا کہ اقتدار اللہ کا ہے اور اس کے صالح بندے اس اقتدار کے حقدار ہیں۔ ''زمین کے اقتدار کے وارث نیک بندے ہوں گے'' (الانبیاء۱۰۵)

مکہ میں ایک طرف مومنوں کو بہت مارا گیا اور دوسری طرف مداہنت کی کوشش بھی کی گئیں، کفار چاہتے تھے کہ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھک جائیں اور کچھ ہم جھک جائیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کی آمیزش کو قبول نہیں کیا۔ بقول اقبال:

باطل دوئی پسند ہے حق لاشریک ہے
شرکت میانۂ حق وباطل نہ کر قبول

اس نظام کو قائم کرنے کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر جس ریاست کی بنیاد ڈالی اس کی بنیادی خصوصیات کے بارے میں پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی مرحوم لکھتے ہیں: ''۱۲؍ربیع الاول ۱ھ، ۱۴؍ستمبر ۶۳۳ء کو جس اسلامی ریاست کی داغ بیل پڑی تھی وہ دوسری دنیاوی سلطنتوں اور حکومتوں اور ریاستوں کی مانند ایک اور دنیاوی ریاست یا حکومت نہ تھی، بلکہ وہ ایک ایسی مثالی ریاست اور قابل تقلید حکومت تھی جس کی بنیادیں خدائے قادر مطلق کی حاکمیت اعلیٰ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت خداوندی، امت مسلمہ کی اخوت ومساوات اور احترام ومحبت، بنی آدم کے عظیم اصولوں اور عملی نمونوں پر قائم کی گئی تھیں، یہی وہ بنیادی خصوصیات ہیں جو اسلامی ریاست وحکومت کو اپنی تمام تر پیش رو اور جانشین حکومتوں اور ریاستوں میں ممتاز کرتی ہیں''۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کے چار پہلو تھے۔ پہلا تو یہ تھا کہ مشرکوں کی مخالفت کے اس طوفان میں عفو درگذر کیجئے ''**واعرض عن المشرکین**'' جتنی پریشانیاں آتی ہیں، جتنے طنز کے تیر چلتے ہیں ان کو نظر انداز کیجئے، ان کی دشنام طرازیوں کو نظر انداز کیجئے، کفار جو اذیتیں آپ کو دیتے ہیں ان کو نظر انداز نہ کرسکیں تو پھر اس دعوت کے میدان میں قدم رکھنا اور اپنے آپ کو مومن کہنا سودمند نہیں ہوگا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست حکمت عملی کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ مشرکوں کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے، یہ لوگ ستائیں گے، ماریں گے، لہولہان کریں گے اور آپ کے قتل کی سازشیں کریں گے، یہ آپ کو گھروں سے بے دخل کریں گے، آپ نماز پڑھیں گے تو یہ اوجھ ڈالیں گے، آپ چلیں گے تو پیچھے سے پتھر ماریں گے، یہ ساری اذیتیں آپ کو پہنچائیں گے، لیکن پتھر کے جواب میں آپ کو پتھر نہیں برسانا ہے، بلکہ صبر وتحمل سے کام لینا ہے، اولوالعزم رسولوں نے جس طرح صبر کیا ہے، **فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ولاتستعجل لهم**(الاحقاف: ۳۵) ''آپ صبر کیجئے جس طرح الوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ان کے معاملہ میں جلدی نہ کیجئے۔'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صبر کیا اور صحابہ کرام کو بھی صبر کی تلقین فرمائی، حضرت عمار بن یاسر اور ان کی والدہ سمیہؓ کو ایذا دی جارہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مظلوموں کو دیکھا اور فرمایا آل یاسر صبر کرو، جنت کا وعدہ ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۰ ر پر)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

دنیا میں کورونا سے اموات کی تعداد 14.32 لاکھ کے پار

پوری دنیا میں عالمی وبا کورونا وائرس (کووڈ-19) سے متاثرہ افراد کی تعداد 6.09 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے، جبکہ قریب 14.32 لاکھ افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ امریکہ کی جان ہاپکنز یونیورسٹی کے سائنس اور انجینئرنگ کے مرکز (سی ایس ایس ای) کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق کورونا وائرس نے دنیا بھر کے 191 ممالک میں 60,973,636 افراد کو متاثر کیا ہے، جن میں سے اب تک 14,32,047 افراد کو ہلاک ہو چکے ہیں۔ کورونا سے سب سے زیادہ متاثر امریکہ میں اب تک 1.28 کروڑ سے زیادہ افراد متاثر ہوئے ہیں اور 2,63,454 مریض ہلاک ہو چکے ہیں۔ (یو این آئی)

جاپان کے نیوکلیائی انرجی کمیشن کی ویب سائٹ ہیک

جاپان کے نیوکلیائی انرجی کمیشن کی ویب سائٹ پر سائبر حملہ ہوا ہے، کیوٹو نیوز ایجنسی نے جمعہ کو اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ ہیکروں نے نیوکلیائی انرجی کمیشن کی ویب سائٹ کو ہیک کر لیا، ہیکروں کے کمیشن کی خفیہ اطلاع تک پہنچے کا شبہ ہے، حالانکہ ریڈیو ایکٹیو میٹریل کے تحفظ سے متعلق اعلی ترین خفیہ ڈاٹا لیک نہیں ہوئی ہے کیونکہ یہ ایک الگ نیٹ ورک میں اسٹور ہے۔ (یو این آئی)

شام کے بحران کے حل کے لئے مذاکرات

مصر، اردن، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کے سفارتکاروں نے شام کے بحران کے حل کیلئے ایک اجلاس طلب کیا ہے، مصری وزارت خارجہ کے ترجمان احمد حفیظ نے بتایا کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر ۲۲۵۴ رکے مطابق ان ممالک کے سفارتکاروں نے یہ اجلاس طلب کیا ہے، اس اجلاس میں شام کی عرب شناخت کے تحفظ کے لیے کی جارہی مشترکہ کوششوں پر بھی تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ (یو این آئی)

او آئی سی وزرائے خارجہ کے اجلاس کے ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر شامل نہیں

نائیجریا کے دارالحکومت نیامے میں اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کے وزرائے خارجہ کے دو روزہ اجلاس کے ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر شامل نہیں ہے، جبکہ حکومت پاکستان اس پلیٹ فارم پر مسئلہ کشمیر کو اٹھائے جانے کی امید کر رہی تھی۔ پاکستانی روزنامہ ''ڈان'' کی رپورٹ کے مطابق او آئی سی کی جانب سے جاری ہونے والے بیان میں کہا گیا ہے کہ ریاض میں اعلان کردہ ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ او آئی سی کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر یوسف العثیمین کی طرف سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ اس اجلاس میں فلسطینی تشدد کے خلاف جنگ، انتہا پسندی، دہشت گردی کے خلاف لڑائی، اسلاموفوبیا، مذہبی منافرت، غیر رکن ممالک میں مسلم اقلیتوں اور برادریوں کی حالت، بین الاقوامی عدالت انصاف میں روہنگیا معاملے کے لئے گرانٹ کا حصول اور دیگر اہم امور پر تبادلہ خیال کیا جائے گا۔ (یو این آئی)

تیونس میں ایمرجنسی کی مدت میں مزید ایک ماہ کی توسیع

تیونس کے صدر قیس سید نے ملک میں ایمرجنسی کی مدت میں ایک ماہ کی توسیع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ تیونس کے سرکاری اخبار نے لکھا ہے کہ اس حکم کے مطابق جمہوریہ تیونس میں ۲۶ رنومبر سے ۲۵ ردسمبر ۲۰۲۰ء تک ایمرجنسی نافذ رہے گی۔ (یو این آئی)

سوڈان کے سابق وزیر اعظم صادق المہدی کا انتقال

سوڈان کے سابق وزیر اعظم صادق المہدی کا ۲۶ رنومبر ۲۰۲۰ء کو ۸۵ رسال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ سوڈانی میڈیا کے مطابق نومبر کے اوائل میں ان کی کورونا رپورٹ مثبت آئی تھی، جس کے بعد ان کی طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ وہ پہلی بار ۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۷ء تک اور دوسری بار ۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۹ء تک سوڈان کے وزیر اعظم رہے تھے۔ (یو این آئی)

اردوگان کے خلاف ناکام فوجی بغاوت کرنیوالے ۲۷ رسابق پائلٹ سمیت ۳۳۷ رافراد کو عمر قید

ترکی میں چار سال قبل صدر رجب طیب اردوگان کے خلاف ناکام فوجی بغاوت کی پاداش میں ۲۷ رسابق پائلٹ سمیت ۳۳۷ رمشتبہ لوگوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ ۲۰۱۶ء کی اس ناکام بغاوت کے نتیجے میں ۲۵۱ رلوگ ہلاک اور دو ہزار سے زائد زخمی ہوئے تھے، یہ واقعہ اردوگان کے اقتدار اور ہم عصر ترک قیادت کے لیے فیصلہ کن موڑ ثابت ہوا تھا۔ ترکی کے صدر نے اس بغاوت کیلئے محمد فتح اللہ گولن کے پیروکاروں کو مورد الزام گردانا تھا جو کبھی اردوگان کے اتحادی تھے۔ (یو این آئی)

متحدہ عرب امارات میں ۸ رماہ بعد مساجد میں نماز جمعہ کی اجازت

متحدہ عرب امارات کی انتظامیہ نے کورونا وائرس کے پھیلاؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے ۸ رماہ بعد مساجد میں خصوصی گائڈ لائن کے تحت نماز جمعہ کی ادائیگی کی اجازت دے دی ہے نئے ضابطوں کے تحت مسجد کی گنجائش سے ۳۰ رفیصد افراد ہی نماز جمعہ ادا کر سکیں گے اور اس کا اطلاق ۴ ردسمبر سے ہوگا، اس کے علاوہ ابوظہبی کی انتظامیہ نے تجرباتی طور پر ویکسین کی پہلی ۲ رخوراکیں لینے والے افراد کو گولڈن اسٹار کیٹگری میں شامل کرنے کا اعلان کیا ہے، ان افراد کا امارات کی کسی ریاست سے ابوظہبی واپسی پر کورونا ٹیسٹ نہیں لیا جائے گا اور وہ قرنطینہ سے بھی مستثنیٰ ہوں گے۔ واضح رہے کہ متحدہ عرب امارات میں بھی کورونا کی دوسری لہر کے پیش نظر اقدامات کیے جارہے ہیں، یو اے ای میں ایک لاکھ ۶۰ رسے زائد افراد میں کورونا کی تشخیص ہو چکی ہے جب کہ ۵۶۰ رسے زائد لقمہ اجل بنے ہیں، کورونا ہی کی وجہ سے ہی یو اے ای نے متعدد ممالک کے شہریوں کے لیے وزٹ اور ورک ویزا کے اجرا پر دوبارہ پابندی بھی عائد کردی ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

بزنس، روزگار و کیریئر

روس کی کورونا ویکسین کی دس کروڑ خوراک ہندوستان میں بنائی جائے گی

روس میں تیار کورونا وائرس (کووڈ-19) کی ویکسین ''اسپوٹنک وی'' کی دس کروڑ سے زیادہ خوراک ہندوستان میں تیار کی جائے گی اور اگلے سال جنوری سے اسے تیار کرنا شروع کئے جانے کے امکانات ہیں رشیا ڈائرکٹ انویسٹمنٹ فنڈ (آر ڈی آئی ایف) اور حیدرآباد میں واقع دوا کمپنی ہیروتو بایو فارما کے درمیان اس معاملے میں معاہدہ طے پایا ہے، ہیروتو کے ڈائرکٹر بی مرلی کرشن ریڈی نے جمعہ کو بتایا کہ ''ہمیں کووڈ-19 کے علاج کے لئے کافی عرصے سے منتظر اسپوٹنک وی ویکسین تیار کرنے کے لئے آر ڈی آئی ایف کے ساتھ شراکت داری کرنے پر خوشی ہے، ہم ویکسین کے ہندوستان میں جاری کلینیکل ٹسٹ کے نتائج کا انتظار کر رہے ہیں اور ہمارا ماننا ہے کہ مقامی سطح پر ویکسین کو تیار کرنے سے مریضوں تک اس کی پہنچ آسان ہوتی ہے۔'' واضح رہے کہ آر ڈی آئی ایف نے روس میں اسپوٹنک وی ویکسین کے تیسرے مرحلے کے انسانی ٹسٹ کے نتائج ۲۴ رنومبر کو اعلان کیا گیا۔ یہ ٹسٹ ۴۰۰۰۰ ررضا کاروں پر کیا گیا اور ویکسین کے نتائج مثبت رہے، ہندوستان میں اسپوٹنک وی کے دوسرے اور تیسرے مرحلے کا انسانی ٹسٹ کیا جارہا ہے، اس کے علاوہ وینزویلا، بیلاروس اور متحدہ عرب امارات میں اس ویکسین کے لیے تیسرے مرحلہ کا انسانی ٹسٹ ہو رہا ہے۔ (یو این آئی)

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں فاصلاتی کورسز میں داخلے کی تاریخ میں توسیع

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی کے فاصلاتی کورسز میں بی ایڈ کے علاوہ مختلف انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ، ڈپلوما اور سرٹیفکیٹ فاصلاتی پروگراموں میں ۲۰۲۱-۲۰۲۰ء سیشن کیلئے آن لائن داخلوں کی آخری تاریخ میں ۳۰ رنومبر تک توسیع کی گئی ہے، اس سے قبل آخری تاریخ ۲۵ رنومبر تھی، یہ توسیع ملک میں وبائی صورتحال اور ملک کے طول و عرض سے موصول ہونے والی درخواستوں کے پیش نظر کی گئی ہے۔ یونیورسٹی میں ایم اے (اردو، انگریزی، تاریخ، ہندی، اسلامک اسٹڈیز اور عربی) اور بی ایڈ میں داخلے ہو رہے ہیں، اس کے علاوہ بی اے، بی کام، بی ایس سی (لائف سائنسز، بی زیڈ سی اور فزیکل سائنسز، ایم پی سی)، ڈپلوما کورسز (ٹیچ انگلش اور ترسیل عامہ و صحافت) اور سرٹیفکیٹ کورسز (اہلیت اردو بذریعہ انگریزی اور فنکشنل انگلش برائے اردو داں) میں بھی داخلے دستیاب ہیں۔ ای پراسپیکٹس اور آن لائن درخواست فارم ڈائرکٹوریٹ کی ویب سائٹ manuu.edu.in/dde پر دستیاب ہیں، فارم آن لائن جمع کرنے ہوں گے، بی ایڈ کے لیے رجسٹریشن فیس ایک ہزار روپے ہے اور دیگر کورسز کے لیے ۳۰۰ ر روپے، مزید تفصیلات کے لئے اسٹوڈنٹ سپورٹ سروسز یونٹ (ایس ایس یو) ہیلپ لائن نمبر 23008463, 040-23120600 (ایکسٹیشن 2207) سے رابطہ کریں یا یونیورسٹی کی ویب سائٹ ملاحظہ کریں۔ امیدوار حیدرآباد، نئی دہلی، کولکاتہ، بنگلورو، ممبئی، پٹنہ، دربھنگہ، بھوپال، رانچی، امراوتی، سری نگر، جموں، نوح (میوات)، لکھنو میں واقع مانو کے علاقائی و ذیلی علاقائی مراکز سے بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔ (نیوز-۱۸)

انجینئرنگ کی پڑھائی اب مادری زبان میں بھی

انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کی تعلیم اب مادری زبانمیں بھی ہوگی، وزارت تعلیم نے یہ اعلان کیا ہے۔ مرکزی وزیر تعلیم رمیش کمار پوکھریال 'نشانک' نے جمعرات کو ایک اعلیٰ سطحی میٹنگ میں کئی اہم فیصلے لیے، جس میں ایک مادری زبان میں انجینئرنگ و ٹیکنالوجی کی تعلیم دینا بھی شامل ہے۔ وزارت تعلیم کے بیان کے مطابق اگلے تعلیمی سال سے مادری زبان میں تکنیکی تعلیم خاص کر انجینئرنگ کی تعلیم شروع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اسکے لیے کچھ آئی آئی ٹی اور این آئی ٹی کی فہرست تیار کی جارہی ہے، ان اداروں سے اس کی شروعات ہوگی، ملک میں کافی دنوں سے یہ بحث جاری تھی کہ مادری زبان میں بھی تکنیکی تعلیم ہونی چاہئے، ابھی صرف انگریزی میں اس کی پڑھائی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وزارت تعلیم نے یو جی سی کو سبھی اسکالرشپ اور فیلوشپ وقت پر تقسیم کرنے اور اس کے لیے ہیلپ لائن بنانے کی ہدایت بھی جاری کی ہے۔ (ایجنسی)

بہار میں کانسٹیبل کے ۸۴۱۵ رعہدوں پر ہوگی بحالی

سنٹرل سلیکشن بورڈ آف کانسٹیبل کی جانب سے بہار پولیس میں سپاہی کے ۸۴۱۵ رخالی عہدوں پر بحالی کے لیے درخواستیں طلب کی گئی ہیں، اس بحالی کے تحت بہار پولیس کے مختلف شعبوں کے خالی عہدوں کو پُر کیا جائے گا۔ بحالی کے خواہشمند افراد کو کسی بھی منظور شدہ بورڈ سے بارہویں پاس ہونا چاہئے۔ کم از کم عمر ۱۸ رسال اور زیادہ سے زیادہ ۲۵ رسال طے کی گئی ہے، ریزروڈ کیٹگری کے امیدواروں کو عمر کی آخری حد میں ضابطہ کے مطابق چھوٹ دی جائے گی، ان عہدوں کے لیے تنخواہ کا معیار ماہانہ 21,700-69,100 طے کیا گیا ہے، امیدواروں کا انتخاب تحریری امتحان اور جسمانی اہلیت کے امتحان (پی ای ٹی) کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ خواہشمند امیدوار ان عہدوں کے لیے ۱۴ ردسمبر ۲۰۲۰ء تک آن لائن درخواست دے سکتے ہیں۔ مزید معلومات کے لیے آفیشیل ویب سائٹ http://csbc.bih.nic سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ (ایجنسی)

ہندوستان زبردست معاشی بحران کی گرفت میں

کورونا وبا کے درمیان جمعہ کو دوسری سہ ماہی پر مبنی جی ڈی پی شرح ترقی کے اعداد و شمار جاری کیے گئے، مرکزی وزارت کے مطابق رواں مالی سال 21-2020 کی دوسری سہ ماہی یعنی جولائی-ستمبر کے دوران ہندوستانی معیشت کی شرح ترقی منفی میں 7.5 فیصد درج کی گئی، یہ اعداد و شمار ملک کی معیشت کے لیے اچھی علامت نہیں ہیں۔ رواں مالی سال کی پہلی سہ ماہی میں ملک کی معیشت میں تقریباً 24 فیصد کی زبردست گراوٹ درج کی گئی تھی۔ اگر تازہ اعداد و شمار کا پہلی سہ ماہی سے موازنہ کریں تو معیشت میں کچھ بہتری ضرور ہوئی ہے، لیکن اس کے باوجود نگیٹو میں گروتھ ریٹ جانا معیشت کے لیے مثبت اشارے نہیں ہیں۔ (قومی آواز بیورو)

پیپر بیلٹ اور الیکٹرونک ووٹنگ، ٹیکنالوجی اور اعتبار

تمام ہی جمہوری ممالک میں الیکشن جمہوری عمل کے تسلسل کا اہم ترین حصہ کہلاتا ہے، تاہم سوال یہ ہے کہ عوامی رائے صاف اور شفاف انداز سے لینے کے لیے طریقہ کار کون سا بہتر ہے؟ کاغذی بیلٹ یا جدید الیکٹرونک ووٹنگ؟ یورپ اور کینیڈا سمیت تمام ترقی یافتہ ممالک میں اب بھی کاغذی بیلٹ ہی کے ذریعے روایتی انداز سے ووٹ ڈالے جاتے ہیں، امریکہ میں بھی کاغذی بیلٹ سے الیکٹرونک ووٹنگ اور پھر الیکٹرونک ووٹنگ سے ایک بار پھر کاغذی ووٹنگ کی طرف لوٹا گیا، سوال یہ ہے کہ جدید ٹیکنالوجی کی موجودگی کے باوجود ترقی یافتہ ممالک کیوں ووٹنگ کے لیے روایتی طریقہ کار پر انحصار کرتے ہیں؟

کاغذی ووٹ کی عدم موجودگی میں ووٹنگ مشین کے سوفٹ ویئر یا ہارڈ ویئر میں موجود کسی بھی سقم کی صورت میں ووٹوں کا آڈٹ ممکن نہیں، عمومی طور پر ایسی کسی خرابی کا سراغ ہی نہیں لگایا جا سکتا اور اگر غلطی پکڑی بھی جائے، تو بھی ووٹوں کا آڈٹ ایک بے حد مشکل یا شاید ناممکن عمل ہوگا۔

۲۰۱۸ء میں ایک ہیکنگ کانفرنس میں ایک کمپیوٹر ماہر نے امریکہ کا انتخابی ڈی آر اے نظام ہیک کرنے کا عملی مظاہرہ کیا تھا۔ امریکی ریاست جارجیا میں بغیر کاغذ ووٹنگ نظام رائج تھا، تاہم ۲۰۱۸ء میں گورنر اور ٹیکساس میں سینیٹ کے کانٹے دار مقابلے کے وقت کہا گیا تھا کہ الیکٹرونک مشینوں میں ڈیموکریٹک رہنماؤں کے ووٹ ریپلکن رہنماؤں کے کھاتے میں ڈالے گئے، ممکنہ طور پر یہ سوفٹ ویئر کا سقم تھا، تاہم ایسے میں ووٹوں کا آڈٹ ممکن نہیں تھا، ماہرین کے مطابق الیکٹرونک ووٹنگ میں ووٹوں کا آڈٹ نہایت مشکل کام ہوتا ہے،

سکیورٹی ماہرین کے مطابق بلاک چین نظام کے تحت اگر موبائل فون کے ذریعے ووٹنگ کا نظام متعارف کیا جاتا ہے، تو یہ انتہائی غیر محفوظ ہوگا، جب کہ بڑے پیمانے پر فراڈ اور بیرونی چھیڑ چھاڑ کی صورت میں پورا جمہوری نظام درہم برہم ہو سکتا ہے۔

امریکہ میں ۲۰۱۶ء کے انتخابات میں روسی مداخلت کے بعد سائبر سکیورٹی سے متعلق کئی اہم تحقیقات میں الیکٹرونک ووٹنگ نظام کی خامیوں پر بات کی گئی، یہ بات اہم ہے کہ امریکہ میں قریب دو تہائی ریاستیں مختلف طرز کے آن لائن نظاموں، مثلاً ای میل کے ذریعے ووٹنگ کی اجازت دیتی ہیں، سابقہ انتخابات میں ایک لاکھ سے زائد ووٹ آن لائن طریقے سے ڈالے گئے تھے، بتایا گیا کہ انٹرنیٹ کے ذریعے ایک خصوصی بلاک چین سسٹم کے تحت انکرپٹڈ ڈیٹا کی صورت میں امریکی فوجیوں کو بھی آئی فون کے ذریعے ووٹنگ میں حصہ لینے کی اجازت دی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ انتہائی محفوظ نظام ہے، تاہم سائبر سکیورٹی ماہرین کا کہنا ہے کہ آن لائن ووٹنگ نظام میں سرور پینیٹریشن، صارف کی موبائل ڈیوائسز میں موجود مال ویئر سمیت کئی امور ووٹنگ کو غیر محفوظ بنا سکتے ہیں، اس تجربے کے بعد کئی امریکی ریاستوں کی جانب سے دوبارہ پیپر بیلٹس کی جانب لوٹنے کے اقدامات بھی کیے گئے ہیں، آزمائشی بنیادوں پر خصوصی ایپلیکشن کے ذریعے آن لائن ووٹنگ کے کچھ پروجیکٹس پر کام ہو رہا ہے، تاکہ مستقبل میں کوئی محفوظ طریقہ طے پائے۔

یہ بات اہم ہے کہ فن لینڈ میں بھی الیکٹرونک ووٹنگ کا آزمائشی بنیادوں پر استعمال ۲۰۰۸ء میں شروع کیا گیا تھا، تاہم ۲۰۱۶ء میں اس پر نظر ثانی کرتے ہوئے اسے روک دیا گیا، جرمنی میں ۲۰۰۵ء میں اسے آزمائشی طور پر شروع کیا گیا تھا، لیکن جرمنی کی اعلیٰ ترین آئینی عدالت نے ۲۰۰۹ میں الیکٹرونک ووٹنگ کو غیر آئینی قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ فرانس میں بھی ۲۰۱۷ء میں عدالت نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔

ووٹنگ کے لیے ٹیکنالوجی کا استعمال:

روایتی کاغذی بیلیٹ کے ذریعے ووٹنگ پر اعتبار کا عنصر اپنی جگہ مگر ایسا بھی نہیں کہ کوئی ملک ٹیکنالوجی کا استعمال ہی نہیں کر رہا، آسٹریلیا میں ۲۰۰۷ء میں وفاقی انتخابات میں نابینا اور کم بینا افراد کے لیے الیکٹرونک ووٹنگ متعارف کروائی گئی تھی، ارجنٹائن میں بھی قومی انتخابات میں تو کاغذی بیلیٹ پر ہی بھروسہ کیا جاتا ہے، تاہم میونسپلٹی کے انتخابات کے لیے جزوی طور پر الیکٹرونک ووٹنگ کی اجازت ہے۔

ایسٹونیا میں ۲۰۰۵ء سے مقامی اور قومی انتخابات میں الیکٹرونک ووٹنگ کا استعمال کیا جا رہا ہے، ناروے میں بھی ۲۰۰۳ء میں اسے آزمائشی بنیادوں پر شروع کیا گیا، فلپائن میں ۲۰۱۰ء میں الیکٹرونک ووٹنگ کی اجازت دی گئی، تاہم تکنیکی مسائل، شفافیت اور دوبارہ گنتی جیسے امور کی وجہ سے اس وقت اس پر نظر ثانی جاری ہے۔ بھارت میں ۲۰۰۴ء سے ووٹنگ کے عمل میں ٹیکنالوجی کی مدد لی جا رہی ہے۔ **(بحوالہ ڈوئچے ویلے)**

بقیہ موجودہ پریشانیوں میں ہمارا طرز عمل...... پھر ایمان و اسلام کی سنہری کرنیں سورج کی کرن کے مانند فضائے عالم پر چھا جائیں گی، بڑے شرم کی بات ہوگی کہ نام لیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا، ان کے نام کی مٹھائی کھائیں، لیکن جب ظلم کا مقابلہ ہو تو ظلم و ستم سے گھبرا کر اسلام ہی کو خیر باد کہنے کا ارادہ کرنے لگیں۔

مکی زندگی کی دوسری بات یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بے پناہ تکلیفیں جھیلیں، لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور غلامان محمدؐ نے نہ تو کبھی ان مصائب پر آنسو بہائے اور نہ ان مظالم کی شکایت کا کوئی میمورنڈم سرداران مکہ کی بارگاہ میں پیش کیا، اور نہ کبھی ان مظالم کا بدلہ لینا چاہا، اگر بدلہ لینا چاہتے تو فتح مکہ کے روز جس وقت قریش مکہ مجرمانہ انداز میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے صحن حرم میں کھڑے ہوئے تھے، ایک ایک کو موت کی نیند سلا دیا جاتا، لیکن نہ یہ کہ صرف ایسا نہیں کیا گیا بلکہ شہنشاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مجرمین کو **لا تثریب علیکم الیوم إذھبوا فأنتم الطلقاء** (آج تم پر کوئی دارو گیر نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو) کا مژدۂ جانفزا سنا کر رہا کر دیا۔

مکی زندگی سے ہمیں دوسرا سبق یہ ملا کہ جب کبھی باطل کے ہاتھوں ہم پر مصائب نازل ہوں تو ان مصائب پر نہ آنسو بہائیں اور نہ ہی شکوہ شکایت لے کر خداوندان اقتدار کے دربار میں جی حضوری اور قدم بوسی کرتے پھریں۔ بلکہ پورے الحاح وزاری کے ساتھ اپنے دکھ درد کو اپنے خدا کے حضور رکھ دیں، ہمارا خداوند عالم فیصلہ کرے گا۔ اس کے یہاں دیر ہو سکتی ہے، اندھیر نہیں۔ اس دنیا میں کہاں، کب، کیا اور کون، کس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہا ہے، وہ سب دیکھ رہا ہے، وہ ظالموں کو مزا چکھائے گا۔

بقیہ بینک انٹرسٹ کے مصارف...... گویا کہ غیر واجبی ٹیکس مشتری کے حق میں پایا جاتا ہے کیوں کہ بائع صاف کہتا ہے کہ سامان کی اصل قیمت تو گیارہ ہی ہزار ہے ہاں جی ایس ٹی کے تین ہزار آپ کو دینے ہوں گے اس لیے احقر کی رائے ہے کہ یہ غیر شرعی اور غیر واجبی ٹیکس خریدار کے حق میں ہے، ہاں چوں کہ حکومت کا مشتری سے وصول کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے کہ وہ بائع کو مکلّف بناتی ہے کہ وہ مشتری سے یہ رقم وصول کرے اور حکومت کو سامان کے حساب سے جی ایس ٹی ادا کرے یہی وجہ کہ جب حکومت جی ایس ٹی کا قانون لے کر آئی اور تاجروں نے اس پر اعتراض کیا تو حکومت نے ان کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اس میں تو تاجروں کا فائدہ ہے اس لیے کہ تاجر حضرات یہ رقم خریدار سے وصول کریں گے اور ان کے جی ایس ٹی ادا کرنے پر حکومت ان کو ریٹرن منافع کی شکل میں دے گی اسی وجہ سے تاجر حضرات صراحت کے ساتھ بلوں پر لکھتے ہیں کہ یہ سامان کی اصل قیمت ہے اور اتنا جی ایس ٹی ہے اگر مشتری سے وصول کرنا مقصود نہ ہوتا؛ بلکہ تاجروں سے ہی وصول کرنا مقصود ہوتا تو خریدار کو جی ایس ٹی بتانے کی ضرورت کیا ہے؟ آخر ہر سامان پر جی ایس ٹی رقم کی صراحت کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حکومت اصل جی ایس ٹی خریدار سے وصول کرتی ہے اس لیے اگر خریدار کو صراحت کے ساتھ معلوم ہو کہ اس سامان پر اتنا جی ایس ٹی ہے تو اس میں بینک انٹرسٹ کی رقم دینا جائز ہوگا ہاں اگر صراحت نہ ہو یا بل پر لکھا ہوا نہ ہو تو ایسی صورت میں کہا جائے گا کہ مجموعی رقم ہی اس سامان کی قیمت ہے اس صورت میں جی ایس ٹی کے نام پر انٹرسٹ کی رقم دینا جائز نہیں ہوگا۔

انٹرسٹ کی رقم کو بینک کے کاموں میں استعمال کرنا: بینک کی طرف سے بعض مرتبہ بینک کے کاموں پر چارج لیا جاتا ہے مثلاً ڈی ڈی بنانے پر چارج وصول کیا جاتا ہے، اسی طرح آن لائن ٹرانزکشن پر کچھ رقم وصول کی جاتی ہے، یا اے ٹی ایم کے استعمال کی ایک حد ہوتی ہے کہ ماہانہ تین مرتبہ فری پیسے نکال سکتے ہیں اس کے بعد پیسے نکالنے پر ہر مرتبہ کچھ چارج دینا ہوگا اس طرح کے کاموں میں انٹرسٹ کی رقم کا استعمال کرنا درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ چارجیز غیر واجبی نہیں ہیں اس لیے اس میں انٹرسٹ کی رقم دینا درست نہیں ہوگا (فتوی دار الافتاء دار العلوم دیوبند، فتوی نمبر: ۱۶۱۲۲۹)

ہاں بعض بینکوں کی طرف سے قید ہوتی ہے کہ ہر وقت اکاؤنٹ میں مثلاً پانچ ہزار یا دس ہزار رکھنے ہوں گے اس میں کمی ہو جائے تو چارج وصول کیا جاتا ہے اس میں بظاہر انٹرسٹ کی رقم دینا جائز ہے اس لیے کہ اپنے پیسے کو رکھنے کے لیے پیسے کی کسی خاص مقدار کو لازم وضروری قرار دینا بظاہر غیر واجبی عمل ہے جس میں انٹرسٹ کی رقم دینے کی گنجائش ہے۔

انٹرسٹ کی رقم بینک کے سود میں دینا: اگر کسی کا بینک میں سیونگ اکاؤنٹ ہو اور اس کو اس پر سود مل رہا ہو اور اس نے بینک سے لون لیا ہے یا اس پر کسی دوسرے بینک کا سود آیا ہوا ہے تو اس کے لیے اس سود میں انٹرسٹ کی رقم دینا جائز ہے؛ اس لیے کہ سرکار کا پیسہ سرکار کو واپس جا رہا ہے اس لیے مال حرام کا جو حکم ہے کہ مالک کو واپس کر دیا جائے اس حکم پر عمل ہو رہا ہے لیکن جان بوجھ کر بلا کسی شدید عذر کے بینک سے سودی قرض لینا یہ حرام ہے اور ایسا کرنے والا سود لینے کی لعنت و ملامت کا مرتکب ہوگا۔ منتخبات نظام الفتاوی میں ہے: دوسرے یہ کہ یہ سود مرکزی حکومت سے ملتا ہے اور یہ بینک سے قرض لے کر جو سود دینا ہوتا ہے وہ بینک کو دینا ہوتا ہے اور بینک بھی مرکزی حکومت کا ہوتا ہے اور ہر حرام مال کا شرعی حکم یہ ہے کہ جہاں سے ملا ہو وہاں واپس کر سکے تو واپس کر دے پس اس قاعدہ شرعی کے تحت جو رقم سود کے نام پر سینٹرل گورنمنٹ سے ملی تھی اس کو بینک کے سود کے نام سے اگرچہ دیا مگر اصل میں جہاں کی وہ رقم تھی وہاں ہی پہونچا دی اس لیے یہ صورت شرعاً گنجائش رکھے گی۔ (منتخبات نظام الفتاوی، ۳/۱۰۶)

بقیہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نظام سیاست...... کفار مکہ کے ہاتھ میں تلوار تھی، اور خون مسلمانوں کا بہہ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کا مقابلہ خون سے کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی حکمت کا تیسرا پہلو یہ تھا کہ مکہ سے ہجرت کرو، اگر مکہ کی زمین تنگ ہو گئی ہے تو اللہ کی دوسری زمین کشادہ موجود ہے، **ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعة** (النساء: ۱۰۰) ''جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ منفعت اور وسعت پائے گا'' چنانچہ صحابہ کرام حبشہ کی طرف ہجرت کی اور نجاشی کے ملک میں جا کر پناہ لی، پھر دوسری مرتبہ مسلمانوں نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہاں جا کر زندگی بسر کی، اس کے بعد جب کفار نے مسلمانوں کو نہیں بخشا اور مدینہ میں چھاپہ مار کاروائیاں کیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اب مسلمانوں کو ہاتھ اٹھانے کا حق مل گیا ہے اور ان کو اپنا دفاع کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکمت عملی کا چوتھا پہلو تھا: **اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر** (الحج: ۳۹) ''جن لوگوں پر ظلم کیا گیا، جن لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالا گیا ہے، جن کو مارا پیٹا گیا ہے صرف اس لئے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک پر یقین رکھتے ہیں، ان کو آج اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ بھی ہتھیار اٹھا لیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلاب کے یہ چار پہلو تھے جن کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے اندر ایک ایسا نظام قائم کیا جس میں اللہ کی حکومت، اللہ کی عبادت اور اس کی حاکمیت کو نافذ کیا گیا۔

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا نظام بہت ہی منظّم ومرتب ہے۔ اس کی اساس اخلاص اور انسانی خدمت پر ہے: امیر شریعت کرناٹک

’’امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں خدمت دینے والے تمام علماء کرام ماہر فنون ہیں اور نہایت مخلص ہیں، منتظمین بیدار مغز اور متحرک ہیں، مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب جیسے جرأت مند، دور اندیش اور صاحب بصیرت امیر شریعت کی قیادت اور رہنمائی اس ادارہ کو حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں کا سارا نظام اور ہر چیز مرتب ومنظّم ہے، اس کا اہم شعبہ دار القضاء ہے یہاں کے تمام فیصلے اور انکی فائلیں اس طرح ترتیب سے رکھی ہوئی ہیں کہ سالہا سال کی فائل بھی بڑی آسانی سے نکال لی جاسکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس ادارے کو بے انتہا قبول فرمائے اور مزید ترقیات سے نوازے۔‘‘ ان خیالات کا اظہار کرناٹک کے امیر شریعت ثالث، جامعہ سبیل الرشاد بنگلور کے مہتمم وشیخ الحدیث مشہور عالم دین مولانا صغیر احمد خان رشادی صاحب نے امارت شرعیہ کے دفاتر اور یہاں کے کاموں کو دیکھنے بعد کیا۔ حضرت امیر شریعت کرناٹک علماء کرناٹک کے ایک وفد کے ساتھ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نظام کار کے معاینہ کے لیے ۲۲؍نومبر ۲۰۲۰ء کو تشریف لائے تھے اور دو دنوں تک، تمام دفاتر کا معاینہ کیا، خاص کر آپ نے یہاں کے دار القضاء، دار الافتاء، بیت المال، شعبہ تنظیم وتبلیغ المعہد العالی، مولانا سجاد میموریل اسپتال کے کاموں کا کافی اشتیاق ودلچسپی سے مشاہدہ کیا، قضاۃ و علماء امارت شرعیہ سے ملاقات کی اور نظام کار کا تفصیلی جائزہ لیا۔ جائزہ کے بعد انھوں نے کہا کہ ’’امارت شرعیہ پٹنہ میں بغرض معاینہ وملاقات احقر حاضر ہوا، دار القضاء، دار الافتاء اور ہاسپیٹل کا معائنہ کیا، وہاں کے قاضیوں سے کچھ معلومات حاصل کی، ماشاء اللہ طبیعت خوش ہوگئی۔‘‘ امیر شریعت کرناٹک نے خواہش ظاہر کی کہ ریاست کرناٹک کی امارت شرعیہ کی آپ حضرات ہمیشہ سرپرستی فرماتے رہیں۔

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب، نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی، مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی اور معاون ناظم مولانا قمر انیس قاسمی صاحب نے مہمانان مکرم کے سامنے تفصیل کے ساتھ تمام شعبہ جات کا تعارف کرایا اور امارت شرعیہ کے ذریعہ انجام پا رہے گونا گوں کاموں سے انہیں واقف کرایا۔ موخہ ۲۳؍نومبر کو امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان کی مہمان علماء کرام کے ساتھ ایک دعائیہ نشست بھی ہوئی۔ اس نشست میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے امیر شریعت کرناٹک مدظلہ نے امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے کارکنان وذمہ داران کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ حضرات نے بہت اچھی طرح ہم لوگوں کا اکرام کیا اور ہماری خدمت کی، آپ حضرات خدمت خلق کا بہت کام انجام دے رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ سے انسانیت کی خدمت کا بڑا کام انجام پا رہا ہے، یہاں کے تمام شعبے خدمت کے جذبے سے کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے، انہوں نے اخلاص کے ساتھ خدمت دین کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پوری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو اللہ کے کنبہ کو سب سے زیادہ فائدہ پہونچائے، آپ حضرات اللہ کے کنبے کو فائدہ پہونچانے میں لگے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی اور رضامندی آپ حضرات کو حاصل ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کی ذات ملت اسلامیہ کے لیے نعمت عظمیٰ ہے، ہمیں ان کی صحت ودرازیٔ عمر کی ہمیشہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی سرپرستی ونگرانی سے فیض حاصل کرنے کا موقع دیتا رہے۔ امیر شریعت کرناٹک کے ساتھ تشریف لائے علماء کرام کے وفد میں مولانا طاہر رشادی صاحب استاذ سبیل الرشاد بنگلور، مولانا افتخار صاحب استاذ سبیل الرشاد بنگلور، مولانا جواد صاحب استاذ سبیل الرشاد بنگلور اور بنگلور کے ایک تاجر وعالم دین مولانا نعمت اللہ صاحب شریک تھے۔ دعائیہ نشست میں بڑی تعداد میں امارت شرعیہ کے کارکنان وذمہ داران شریک ہوئے۔

مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق شیعہ سنی اتحاد امت کی علامت تھے: مولانا محمد شبلی القاسمی

مولانا کلب صادق اور جناب احمد پٹیل کے انتقال پر امارت شرعیہ میں تعزیتی نشست

برصغیر ہند کے نامور شیعہ عالم دین، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے نائب صدر مولانا ڈاکٹر سید محمد کلب صادق صاحب اور کانگریس کے قدآور اور مضبوط رہنما جناب احمد پٹیل کے سانحہ ارتحال پر دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں تعزیتی نشست زیر صدارت قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب منعقد ہوئی، جس میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے صدارتی خطاب میں مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا اتحاد امت کے بہت بڑے علمبردار تھے، بلکہ وہ شیعہ سنی اتحاد کی علامت بن چکے تھے، مختلف مسالک کے درمیان مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے جدوجہد کرتے رہتے تھے، صالح فکر اور مثبت صلاحیتوں کے مالک تھے، انہوں نے زندگی کا ہر حصہ اتحاد امت کے لئے صرف کیا، خدمت اور تعلیم کے میدان میں بھی انہوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ ایک دوسری قدآور شخصیت کانگریسی رہنما احمد پٹیل کے انتقال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جناب احمد پٹیل صاحب نے بھی داغ مفارقت دے دی، وہ کانگریس پارٹی کے اہم ذمہ دار تھے، ان کے انتقال سے کانگریس کے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا، ان دونوں حضرات کی ہم سب کے مخدوم ومربی امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب سے گہرے مراسم اور دیرینہ تعلقات تھے، داغ مفارقت دینے والی دونوں شخصیات کی امارت شرعیہ سے بھی مضبوط وابستگی تھی، یہ دونوں حضرات کی دفتر امارت شرعیہ میں بھی حاضری ہوتی رہی ہے۔ اللہ ان کی بھی مغفرت فرمائے اور امت کو نعم البدل عطا کرے۔

مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا ڈاکٹر کلب صادق صاحب سے ۱۹۸۵ء سے راہ ورسم رہے ہیں، ان کے اندر انسانیت کی بنیاد پر خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا جس کا میں نے مشاہدہ بھی کیا ہے، ان کا اٹھ جانا ایک بڑا سانحہ ہے۔ مولانا مفتی سعید الرحمٰن صاحب قاسمی مفتی امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا اتحاد کے بہت بڑے داعی تھے، اپنی تقریروں میں اتحاد کا پیغام دیتے اور لوگوں کو آپس میں مل جل کر زندگی گذارنے کی تلقین کرتے۔ مولانا مفتی وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ نے کہا کہ مولانا نے ملت کی مختلف جہات سے خدمات انجام دیں، بین المذاہب والمسالک اتحاد کو فروغ دینے کی ہمہ تن جدوجہد کرتے رہے، تعلیم کے میدان میں مسلم نوجوانوں کو آگے بڑھانے اور ترقی وخوشحالی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے ہمیشہ فکرمند رہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے سیاسی لیڈر احمد پٹیل صاحب کا وصال بھی ایک بڑا سانحہ ہے، ان کے اندر سیاسی شعور کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا اللہ ان کی بھی مغفرت فرمائے۔ مولانا سہیل اختر قاسمی نائب قاضی شرعیہ نے کہا کہ دونوں مرحومین ملک اور قوم کے قیمتی اثاثہ تھے، اللہ ان دونوں کے درجات کو بلند کرے۔ مولانا رضوان احمد ندوی صاحب نے کہا کہ مولانا کلب صادق صاحب اپنے مسلک کے ممتاز پیشوا اور نامور خطیب ومقرر تھے، ان کی گفتگو حکمت وموعظت سے لبریز ہوتی تھی، مختصر جملوں میں بہت سی قیمتی باتیں کہہ دیتے جس سے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے، امارت شرعیہ اور یہاں کے اکابر سے قلبی لگاؤ بھی تھا، بلاشبہ ان کے انتقال سے ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ آخر میں قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے ان دونوں مرحومین کے لئے اجتماعی طور پر دعائے مغفرت کرائی۔ اس نشست میں امارت شرعیہ کے جملہ عہدیداران وکارکنان نے شرکت کی۔

معاشرتی زندگی کو خوشگوار بنائیں: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مورخہ ۲۶؍نومبر ۲۰۲۰ء کو مغرب تا ساڑھے نو بجے شب بمقام فاطمہ چک ضلع شیوہر، ایک دعوتی، اصلاحی اور مالیاتی پروگرام نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی مدظلہ العالیٰ کی قیادت میں منعقد ہوا۔ قائد وفد نے حاضرین مجلس سے مخاطب ہوتے ہوئے میاں بیوی کے حقوق تفصیل کے ساتھ بیان کیے، مزید کہا کہ گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے کی کوشش کیجئے، اپنے اہل وعیال کیلیے دینی ماحول کا مزاج بنایا جائے، اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ وپیراستہ کیا جائے۔ احقر محمد ابوذر مفتاحی نے شرکاء مجلس سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ حالات کسی مردہ قوم کے ساتھ پیش نہیں آتی ہیں بلکہ زندہ قوم کے ساتھ پیش آتی ہیں، زندہ قوم کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ ہمت کے ساتھ، حوصلے کے ساتھ، نور ایمانی، کے ساتھ اور حکمت عملی کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا جائے، مزید امارت شرعیہ کا تعارف وخدمات عامہ وسرگرمیوں سے واقف کرایا، ضلع شیوہر کے قاضی شریعت مفتی محمد فخر الدین قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کے تعلق سے پرمغز خطاب کیا۔ امارتِ شرعیہ کے معاون قاضی مولانا اشتیاق احمد قاسمی نے نظامِ دار القضاء اور اصلاح معاشرہ کے تعلق سے بالتفصیل خطاب کیا۔ مدرسہ مدنی بسہیا شیوہر کے استاد مولانا مفتی محمد ظفر الہدیٰ قاسمی صاحب نے دین میں مکمل داخل ہونے کی تلقین کی، مولانا سیف اللہ قاسمی نے نظامت کے فرائض انجام دیے، مولانا نوشاد عالم مبلغ امارت شرعیہ شریک وفد رہے۔ فاطمہ چک کے مسلمانوں نے استحکام بیت المال کے لئے گراں قدر مالی تعاون پیش کیا اور آئندہ بھی امارت شرعیہ کی دعوت پر لبیک کہنے اور ہر طرح سے اپنا تعاون پیش کرنے کا وعدہ کیا۔ قائد وفد نے فاطمہ چک کے ذمہ دار اور عوام کا شکریہ ادا کیا اور امارت شرعیہ سے عقیدت ومحبت اور پروگرام کو دلچسپی کے ساتھ انجام دینے پر مبارکباد پیش کیا پھر اپنی دعاؤں سے پروگرام کا اختتام کیا۔

واضح ہو کہ اس وقت امارت شرعیہ کے علماء کرام ومبلغین حضرات مختلف اضلاع میں دعوتی، اصلاحی مالیاتی دورے پر ہیں، مذکورہ پروگرام شیوہر ضلع کے دورۂ وفد کے موقع پر منعقد ہوا، اس کے علاوہ مولانا مفتی انظار عالم قاسمی نائب قاضی شریعت، مولانا مفتی سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ اور مولانا مفتی احمد حسین قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں بھی علماء کرام کا وفد سرگرم سفر ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ @imaratshariah کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

Volume:60/70,Issue:47 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

حسن تدبیر سے جاگ اٹھتا ہے قوموں کا نصیب
کبھی تقدیر بدلتی نہیں ارمانوں سے
(وارث ریاضی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

رفیع الدین حنیف قاسمی

مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے، لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی بھی قسم کی گستاخی، حماقت کو وہ ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، ساری دنیا اس بات کو جانتی بھی ہے مانتی بھی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ ساری دنیا کے لئے بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے۔ زندگی کے ہر گوشہ ایمانیات، عبادات، مالیات، معاشرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اسوہ اور نمونہ مل جاتا ہے۔ صحیح طور پر نہ صرف مسلمان بلکہ ساری انسانیت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور اسوہ ونمونہ کو زندگی کے ہر گوشہ میں اپنائے تو پھر دنیا سے فتنہ وفساد، بگاڑ ودھوکہ دہی، جعل سازی، ناانصافی کا خاتمہ ہوجائے، ساری دنیا امن وآشتی کا نمونہ بن جائے۔ دراصل ان پے درپے گستاخیوں کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے صاف وشفاف چہرہ، اس کی کامل ومکمل اسلامی تعلیمات کسی کو نہیں بھاتی، خصوصاً یورپین ممالک میں اسلام دشمنی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت، اسلامی اور ایمانی آثار سے چڑ کا عندیہ ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے ہر دفعہ جب بھی پیغمبر اسلام کے خلاف یا مسلمانوں کے خلاف جہاں کہیں بھی اس قسم کی عالمی پیمانے پر دہشت گردی کا ثبوت دیا جاتا ہے تو لوگوں کو مزید سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جاننے اور پڑھنے کا موقع ملتا ہے، دخول اسلام کی راہیں مزید کھلتی نظر آتی ہیں۔

توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور گستاخانہ کارٹونس کی اشاعت کا یہ سلسلہ اس سے قبل بھی اس فرانس شہر سے ہوا تھا، جب کہ فرانس کے میگزین ''چارلی ہیبڈو'' نے ۲۰۰۶ء میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کی تھی، جس پر دنیا بھر میں زبردست مظاہروں کا سامنا کرنا پڑا تھا، تاہم اس کے باوجود ۲۰۱۱ء میں مذکورہ میگزین نے مزید گستاخانہ خاکے شائع کئے اور اس کے بعد بھی وقفہ وقفہ سے یہ سلسلہ جاری رکھا، جس پر ۷/جنوری ۲۰۱۵ء کو اس میگزین کے دفتر پر حملہ کرکے دو بھائیوں نے اس کے ایڈیٹر اور پانچ کارٹونسٹ سمیت ۱۲/افراد کو ہلاک کردیا۔ اس واقعہ کے بعد مذکورہ بدبخت میگزین نے گستاخانہ کارٹونس اور خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ بند کردیا، لیکن سال گذشتہ سے ایک بار پھر اس میگزین نے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت شروع کی، صورتحال اس وقت بھیانک ہوگئی جب ۱۷/اکتوبر ۲۰۲۰ء کو فرانس کے دارالحکومت پیرس میں جب ایک ٹیچر نے اپنے اسکول میں ''چارلی ہیبڈو'' میں شائع کردہ خاکوں کو کلاس میں دکھایا، ایک ۱۵-۱۶ سالہ مسلم طالب علم نے اس ٹیچر کا سر قلم کردیا، جس کے بعد ساری دنیا میں ہنگامہ بپا ہوگیا۔ ایسا کیوں کر نہ ہوتا، کسی بھی مذہبی شخصیت کے سلسلہ میں خاص طور پر پیغمبر اسلام کے حوالے سے اس قسم کی گستاخی جن پر اربوں مسلمان اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، اس کو اظہار رائے کی آزادی کہہ کر کسی طرح برداشت نہیں کیا جاسکتا، بلکہ یہ ایک قسم کی بدتہذیبی، دل آزاری اور شرانگیزی ہے، مسلمان تمام مذہبی شخصیتوں کا احترام کرتے ہیں، کبھی مسلمان کسی بھی مذہبی شخصیت کی بے احترامی نہیں کرتے، عیسائیوں اور یہودیوں کی جانب سے ہونے والی ہزاروں جنگوں کے باوجود کبھی حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہما السلام کے خلاف کوئی ناشائستہ بات نہیں کہی گئی (ویسے تو مسلمان ان کو پیغمبر برحق مانتے ہیں، ان پر ایمان بھی اسلام کا جزء لاینفک ہے) آج کی نام نہاد مہذب دنیا کو اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ آزادی کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ کسی بھی عام شخص خصوصاً کسی محترم ہستی کے سلسلہ میں دشنام طرازی کی جائے، کسی کو گالی دی جائے، کسی کی دل آزاری کی جائے، آزادی اظہار رائے کا مطلب یہ ہوتا ہے اس رائے کے ذریعہ سے سماج اور معاشرے میں امن وامان اور بقاء باہمی اتحاد واتفاق کو فروغ ملے، نہ کہ دنیا میں انتشار وافتراق کی کیفیت کو بڑھاوا دیا جائے۔ خود انسانی حقوق کی یورپی عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے متعلق گفتگو آزادی اظہار رائے کے زمرے میں نہیں آتی، آزادی کے اصول کو نفرت کے فروغ کا جواز نہیں بنایا جاسکتا، مسلمان قانون آزادی کے خلاف نہیں ہیں، بلکہ ان آزادیوں کو مادی فوائد کے حصول کا ذریعہ بنانے نہیں دیا جاسکتا، اس کی وجہ سے دستوری آزادیاں بے وقعت ہوجاتی ہیں، اس کی وجہ سے نفرت اور نسلی امتیاز وتفریق لازم آتی ہے، اب اس وقت پھر اظہار آزادی رائے کے جھوٹے دعویداروں کا اسلاموفوبیا مکمل ظاہر وآشکارا ہوچکا ہے، مغرب کی دراصل یہ ماڈرن جہالت کا یہ ایک جامع ترین نمونہ ہے، اس قسم کی نیچی اور حقیر وپست حرکات دراصل اس قسم کی ذہنیت کے حامل لوگوں کے زوال اور دم توڑتی اقدار وروایات کی عکاس ہیں، اس سے بڑھ کر فرانس کے صدر ایمانیول میکرون کا بدترین حماقت کہ اس نے مقتول استاذ کی تعزیت میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''ہم خاکے بنانا ترک نہیں کریں گے'' اس نے مزید یہ بھی کہا کہ: ''وہ (استاذ) کا قتل اس لئے کیا گیا کہ کیوں کہ اسلامسٹ ہمارا مستقبل چھیننا چاہتے ہیں'' اس نے مزید یہ کہا کہ ''وہ مسلمانوں کو ایسا کرنے نہیں دیں گے'' اس واقعہ کے بعد تو سارے عالم انسانیت میں مذاہب کے احترام کے حوالے سے ایک بحث چھڑ گئی۔ سارے مسلمان اور خصوصاً مسلم دنیا سراپا احتجاج بن گئی۔ عراق، تیونس میں فرانسیسی سفارت خانوں کے سامنے مظاہرے ہوئے۔ ایران اور پاکستان میں فرانسیسی سفیر کی طلبی ہوئی، دنیا بھر میں فرانسیسی مصنوعات کی بائیکاٹ کا سلسلہ شروع ہوگیا، ترک صدر نے فرانسیسی صدر کے دماغ کے علاج کا مشورہ دے دیا، فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کی اپیل کی، سعودی عرب نے بھی سخت مذمتی بیان جاری کیا، خلیجی ممالک خصوصاً کویت، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا گیا۔

کویت، الجزائر اور فلسطین سمیت کئی ایک ممالک میں مارکٹس اور سوپر اسٹورس سے فرانسیسی پراڈکٹس ہٹادی گئیں، سب سے بڑا احتجاج بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں کیا گیا، برصغیر ہند میں بھی احتجاج ہوئے۔ ترک پارلیمنٹ نے تو مائیکرون کو ملعون قرار دیا، شیخ جامعہ الازہر نے عالمی برادری سے اپیل کی کہ مسلم مخالف اقدامات کو فوجداری جرم قرار دیا جائے۔

ملائشیا نے بھی کہا کہ شان اقدس میں گستاخی آزادی اظہار رائے کے حدود سے باہر ہے، اس نے بھی اپنے فرانسیسی سفیر کو بطور احتجاج طلب کرلیا، چیچنیا کے صدر رمضان قدیروف نے بھی فرانسیسی صدر اور گستاخانہ خاکوں کی شدید مذمت کی بلکہ انہوں نے کہا کہ فرانس کے صدر خود بھی دہشت گرد نظر آتے ہیں، بلکہ اشتعال انگیزی کے جذبات کو ابھار کر خود بھی پس پردہ مسلمانوں کو اس قسم کے جرائم پر اکسا رہے ہیں، کیوں کہ مائیکرون کے موقف نے دنیا کے تقریباً دو ارب مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ ایسے ماحول میں مسلمانوں کی جو ذمہ داریاں بنتی ہیں ان کا ایک خاکہ کچھ یوں ہوسکتا ہے:

۱۔ فرانس کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کریں، جس سے فرانس کے اس گستاخی کا مثبت انداز میں بہترین جواب دیا جاسکتا ہے، صرف دو دن کے مصنوعات کے بائیکاٹ نے فرانسیسی حکومت کی چولیں ہلا دی ہیں، جس کی وجہ سے فرانسیسی حکومت مصنوعات کے بائیکاٹ نہ کرنے کا مطالبہ کررہی تھی، یہ سب سے پہلا اور مثبت قدم ہے، جس کے ذریعہ اس گستاخی کا بآسانی جواب دیا جاسکتا ہے، سوشل میڈیا پر مصنوعات کی فہرست موجود ہے، سارے مسلمانوں کا اپنی ہر مذہبی شخص کا یہ فریضہ بنتا ہے جو بھی کسی بھی مذہبی شخصیت کے خلاف دریدہ دہنی کرے ان کا بائیکاٹ ضرور کیا جائے۔

۲۔ پرامن طریقے پر اپنا احتجاج درج کریں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گستاخی پر مشتمل خاکوں کی اشاعت کے ضمن میں اپنے جذبات کا اظہار کرکے اس گستاخی اور بدتمیزی کا جواب دیں، علاقائی پیمانے پر پرامن احتجاج درج کریں، تحریری، تقریری اور دیگر ذرائع وابلاغ کا استعمال کرکے اپنے غم وغصہ کا اظہار ضرور کریں۔

۳۔ پرامن اور سفارتی ذرائع سے حکومت فرانس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں اپنے جذبات واحساسات کو پہنچائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اسلام ومسلمانوں کے لئے وہ مقدس ومحترم شخصیت ہے، جس کی ادنی گستاخی بھی کوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا، اظہار رائے کی آزادی بھی اتنی نہ ہو کہ اس کا استعمال غلط طور پر ہونے لگے، خصوصاً انسانی جذبات سے اس کے پس پردہ نہ کھیلا جائے، کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچا کر اسے اشتعال انگیزی پر مجبور نہ کیا جائے، اس لئے مسلمانوں کی یہ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ پرامن احتجاج درج کرکے سفارتی ذرائع سے حکومت فرانس تک اپنے مجروح جذبات واحساسات کا احساس ضرور دلائیں۔

۴۔ عالم اسلام کو خصوصا سرکاری سطح پر اس اقدام کی مذمت کرنی چاہئے اور فرانس سے قطع تعلق کرنا چاہئے یا تعلقات کو محدود کرنا چاہئے، جیسا کہ بہت سارے ممالک نے اس طرح کے اقدام کئے ہیں۔

۵۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت کے اظہار کے لئے دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کثرت سے درود شریف کا نذرانہ اور تحفہ بھیجیں، ذکر رسول، یاد رسول کے ذریعہ اور خصوصاً بکثرت درود شریف کے ہدیہ ونذرانہ بارگاہِ رسالت میں پیش کرکے اپنی محبت وعقیدت کا اظہار بہت اچھے طریقے سے کرسکتے ہیں۔

۶۔ اس کے علاوہ سوشل میڈیا اور پرنٹ میڈیا کے اس دور میں سیرت نبوی کی انسانیت وشرافت ومکارم اخلاق پر مشتمل پیغام کو نہایت موثر اور پراثر انداز میں پیش کریں، تحریری، تقریری، چھوٹے چھوٹے کلپس وغیرہ کی شکل میں خصوصاً اخلاق ومکارم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف زبانوں میں پیش کریں، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرامن اور قابل احترام شخصیت کے قابل اقتداء پہلو ونمونے اجاگر ہوں، اس طرح اس موقع کو خصوصا سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عام وتام کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں خراج عقیدت اس مخالف ماحول میں یہ ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کا اہتمام وعزم مسلمان عالم کرلیں، اس طرح نہ صرف ہماری اسلامی وابستگی مضبوط ہوگی، بلکہ عبادات واخلاق، معاملات ومعاشرت میں اسوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کر حقیقی مسلمان کے کردار کو پیش کرکے اس گستاخی کا بخوبی جواب دیا جاسکتا ہے۔